

سپرست
سیدنا ظریف علی

چیرمن
خواجہ از ہر عباس

مدیر
شیخ راشد احمد

نائب مدیر
ڈاکٹر شاکر حسین خان

مجلس ادارت
ڈاکٹر شاہاب عالم۔۔۔ محمد عاصم
محمد ثاقب۔۔۔ عاصم احمد۔۔۔ شاہین خانم

قانونی مشیر
ملک محمد صدر رفیقی (ایڈو دیکٹ) ملکان

مشیران
محمد روزن جعیاں صاحب
محمد اوریں جبوود صاحب
انیس خان صاحب
غفرشادہ صاحب

زر تعاون فی شمارہ -55 روپے
پاکستان - 600 روپے سالانہ
بیرون ملک - 5000 روپے سالانہ

بینک اکاؤنٹ نمبر

SHAIKH RASHID AHMED
Branch Code 0600221

IBAN #

PK94FAYS0002211500000699

FAYSAL BANK LTD
POWER HOUSE UP MORE
NORTH KARACHI-75850

صوت الحق

کراچی

ماہنامہ

اس شمارے میں

نمبر شار	عنوان	صف	سنگ نمبر
01	پاکستان لوچوں اور بھارتی ایجنسیوں کی ایک	اداریہ	02
02	کوڈر ا۔۔۔ سفرنامہ	راشد شاہز	05
03	پاکستان جدید اسلامی تحریک بگاہ	مولانا سید ابو الحسن ندوی	10
04	خوشحالی اور سکون میثاث میں غصہ تی ہے	پروفیسر فیض الرحمن لغاری	12
05	اقامت دین کے لئے چند ناگزیر امور	خواجہ از ہر عباس	13
06	نقش کی تشریح	علامہ غلام احمد پرویز	19
07	قائد اعظم اور ریا کاری سے پاک اصولی۔۔۔	ڈاکٹر حیدر رضا صدیقی	25
08	تحریک پاکستان کے گولڈن لیسٹ	سیدنا ظریف علی	28
09	سورہ آتیں [95].... سورہ العلق [96]	اور انگریز یونیورسٹی	30
10	Al-Teen[95]/Al-Alaq[96]	Aurangzaib	01
11	xxxxxx	xxxxxx	xx

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی تحریر و حقاً کر سے متفق ہونا ضروری نہیں

مضامین و خط و کتابت کے لئے،

ادارہ صوت الحق - 9-L، بیکر 4-5C، ارٹکھ کراچی، 75850 (پاکستان)
Cell No. 0333 2254315 / Jazz A/C 0301 3300544
saut-ul-haq@hotmail.com

کمپوزیٹ بینک / ذیز اسٹنگ: راجیل شیخ۔۔۔ معرفت صوت الحق۔۔۔ کراچی

بیو فلو: ٹیوب چیز پریس بلوج پارک ایسیم اے چناح روڈ۔۔۔ کراچی

پاکستان لچوں اور بھارتی ایجنسٹوں کی ایک کھلی منڈی ہے

چندروز قبل عمران خان صاحب کی توجہ کے لیے سو شیڈیا پر ایک پوسٹ لگائی گئی تھی، جس کے مندرجات کچھ اس طرح ہیں: ”عمران خان، اگر تمہاری حکومت اب بھی غدار وطن ملا فضل الرحمن کو پھانی نہیں چڑھا سکتی، تو تم ایک بزرد، کمزور اور منافق حکمران ہو۔ مردا اور مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ یہ تو یہ نہیں، بلکہ ہر ایک محبت وطن پاکستانی کے ول کی آواز ہے۔ جہاں ایک ملا کھلم کھلا فوج اور حکومت کو دھمکی دے کر وطن سے غذاری کا ارادہ ظاہر کرے، بلکہ فوج کے خلاف اعلان جنگ کر دے، اور پھر بھی آزاد پھرتا رہے، اور اپوزیشن کی متحدة تحریک کا سر برادہ بنا دیا جائے، کیا اس زمین کے ملکے کو ایک ریاست کہا جاسکتا ہے؟ کیا وہاں کی حکومت کو حکومت اور مسلح فوج کو فوج کہا جاسکتا ہے؟ اور سب سے اہم سوال یہ کہ کیا ایسی ریاست و حکومت کسی عزت، وقار اور امن و خوشحالی کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے؟ حقیقت تو یہی ہے کہ یہ ملک کسی لحاظ سے بھی ایک ملک باور نہیں ہوتا، بلکہ پاکستان لچوں اور بھارتی ایجنسٹوں کی ایک کھلی منڈی ہے۔ جن کو یہاں معاوضے پر وطن اور فوج کے خلاف ہر قسم کا زہر آگئے کی اجازت ہے۔ ایسی داردات دنیا کے کسی ملک، کسی قوم میں برداشت نہیں کی جاتی۔ تمہاری رگوں میں کیسا شہنشاہ اور بے حس، قوی حیثیت سے محروم خون دوڑتا ہے؟ اور فی الحال تم ہی اس گناہ اور قوی جرم کی آزادی دینے کے ذمہ دار ہو۔ کیونکہ عنان حکومت تمہارے ہی ہاتھوں میں ہے“

ارباب بست و کشاد کی جانب سے اس عوای احتجاج کا کوئی جواب تو نہیں دیا گیا، لیکن اس ناقابلِ رشک صورت حال کے نتائج بہر حال قوم کے سامنے آتے جا رہے ہیں۔ چندروز ہی قبل کراچی سے وطن کے 200 بنس لیڈروں نے اپنا احتجاج عمران خان کو جمع کر رہا یا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ اگر حکومت اور فوج زخمیوں کی طرح چوڑیاں پہن کر بیٹھی رہے گی اور قوی غذاروں، چوروں، لیثروں، قبضہ گیروں کو، یعنی نواز شریف، زرداری فیملی، فضلواڑیزیل، اچنڈی وغیرہ کو اسی طرح وطن کو بر باد کرنے کی ڈھیل دیتے رہیں گے، تو یہ سب لوگ اپنا بنس و اسٹاپ کر کے ملک چھوڑنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔

وارنگ جاری ہو چکی ہے۔ ملک کا تمام بنس اور ساتھ ہی معیشت ٹھپ ہونے کے لیے تیار ہے۔ جس بزدلی کے ساتھ یہ حکومت کام کر رہی ہے وہ گناہ ہے، وطن عزیز کے لیے قیامت ہے، غریب و امیر سب کے لیے بر بادی ہے۔ سب کچھ ختم ہو جانے والا ہے۔ صرف خونی جا گیر داری رہ جائے گی اور عوام کا خون، گوشت اور ہڈیاں تک چجالی جائیں گی۔ ملک بڑی طاقتلوں کے ہاتھوں سک جائے گا۔ ایسی جدید غلامی کی صورت آنے والی ہو گی کہ جس کی مثال نہ مل سکے گی۔

یاد رکھیں کہ نیوورلڈ آڈر [new world order] کے تحت اس خطے میں اب ایران اور پاکستان ہی باقی نہیں ہیں جن کی صحیح سے ناک رگڑ وانا بھی باقی ہے۔ پاکستان کے دشمن یہ نہیں دیکھیں گے کہ بختون کون اور اور پنجابی کون، سندھی کون اور بلوچ یا مہاجر کون، شیعہ کون ہے اور سی کون، سب کو ایک ہی مدنظر میں ڈال کر ایسا رگڑ الگ گائیں گے کہ ہر ایک اپنی اپنی نسل اور مسلک کی پچان بھول جائے گا جیسا کہ دیگر متأثرہ ممالک میں ہو چکا ہے۔

ستم فڑیفی ہی نہیں اس ملک کے بائیوں کی بد قسمی ملاحظہ کیجئے کہ لوٹ مار کے سر غنہ نواز شریف اب دوسرے ملک میں بیٹھ کر اس ملک کے اداروں کو لکار رہا ہے، اداروں کی طبقہ سے اس ملک سے راہ فرار اختیار کرنے والے میں اتنی سکت تو نہیں کہ وہ عدالتوں میں مقدمات کا سامنا کر سکے، یا اس تحریک کی قیادت کر سکے جسے پا کرنے کے لئے وہ ہاں بیٹھا بھڑکیں مار رہا ہے۔ ملک سے فرار ہونے والا بھگوڑا کہتا ہے ”الفضل و کرم سے ہم بھانگے والے نہیں ہیں“۔

دوسری جانب اپنی ہی گھناؤنی کر تو توں کے گھرے تعفن زدہ پانیوں میں ڈوب جانے سے بچاو کے لیے ہمارے ”سیاسی بے روزگار“ جس بھوٹے انداز میں ہاتھ پیر مارتے ہوئے اسٹیٹ کے خلاف احتجاجی تحریکیں لانچ کر رہے ہیں، ان سب مقنی کرداروں کے اعمال نامے کو جس راست، دوٹوک اور پُر اطمینان طریقے سے وزیرِ اعظم عمران خان نے اپنے وکلا کے حالیہ کوشش میں بے نقاب کیا ہے، اس پر انہیں داد دینا زیادتی ہو گی۔ قانون اور عدالتوں سے بخاوت، فوج سے بلا وجہ دشمنی، بد امنی پیدا کرنے کا بلیک میں، جھوٹی بیماریوں کا دھوکا اور قید سے فرار، وطن کے اذلی و شمنوں سے مل جانے کی دھمکیاں، رات ۳ بجے کی جانے والی تنظیم سازی، اور دیگر بہت سے کرتوں عمران خان نے ایک ایک کر کے بنا کسی مصلحت کو شی، طشت از بام کر دیے۔ اور ان سب کے ماوراء چھپائی گئی وہ خواہش بھی کھول کر بیان کر دی جو تمیں سال پر محیط بڑی بڑی چوریوں کی سزا سے کسی بھی طرح خود کو بچالینے پر اپنی اساس رکھتی ہے۔ عمران خان کا پاک وطن سے کرپشن کو ختم کر دینے کا عزم اور اس عزم کی پیروی میں مسلسل و پیغم غیر متزلزل عمل نہایت خوش گن ہے۔ اور عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی عوام کی خواہش یہ ہے کہ قوی مجرموں اور خود اپنی زبانوں سے غذاء روی وطن پر منی کھلے بیانات جاری کرنے اور تقدیر کرنے والوں کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے منٹنے سے واضح پرہیز کی پالیسی کو اب یکسر تبدیل کر دیا جائے۔ باقی اور اعلانات، اور الزام و جوابی الرامات کی تکرار بہت ہو چکی۔ اب عملی اقدام کا وقت آچکا ہے۔ اور سابقہ وطن دشمن اشرافیہ کو بہت دھیل دی جا چکی ہے۔ وزیرِ اعظم صاحب کی خدمت میں یہ بھی عرض ہے کہ وہ یا تو تکرار کے ساتھ ریاستِ مدینہ اور ہمارے پیارے نبی کا حوالہ دینے سے بازاً جائیں، کیونکہ اُن کی معلومات ان دونوں اوامر کے بارے میں نہایت ناقص ہیں، یادوں پھر واقعی ایسے نہایت بنیادی کام بھی شروع کر دیں جن سے ریاستِ مدینہ کے قیام کی کسی کوشش کا ثبوت مل سکے، اور پیارے نبی کے اسوہ حسنہ کے اتباع کی کوئی نشانی ظاہر ہو سکے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اُس ذاتِ عالی مقام نے اپنے پیارے نبی کو ظالم حکمرانوں کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے غریب عوام کا استھان ختم کرنے اور انہیں سماںِ رزق کی بلا روک ٹوک اور بغیر احسان فرائی کے لیے مبوث کیا تھا۔ وَيَضْعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالُ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۗ ۷ [157] اور ریاستِ مدینہ اسی عوامی فلاج و بہبود اور کامل امن و امان کی صورتِ حال پیدا کرنے کی خاطر ہی قائم کی گئی تھی۔ وہاں نہ ہی جمہوریت نامی بدعت تھی اور نہ ہی حزب اختلاف نامی ٹھگوں کی سیاسی پارٹیاں۔ عمران خان صاحب اس ٹھمن میں اب تک ایسا کچھ بھی نہیں کر پائے، بجز زبانی حوالوں کے، جو وہ فضول تکرار کے ساتھ پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور عوام ترسی آنکھوں کے ساتھ کسی عملی اقدام کے منتظر رہتے ہیں۔

ریاستِ مدینہ کی غیر مشروط حمایت کرنے والے جان لیں کہ رہی سہی کسر کے طور پر عوام کو مزید کچل دیا گیا ہے۔ بھل کے

ظالمانہ ریس کو اور بڑھادیا گیا ہے۔ گندم کے نرخ بھی مزید بڑھادیے گئے ہیں، تاکہ غریب کا باہل بچوں سمیت جلد از جلد صفائیا جائے۔ اور نیکس جمع کرنے کے اعشار یے شاندار ہو جائیں اور معیشت "ترقی" کر جائے۔ بہت ہی جلدی صورت حال سامنے آنے والی ہے کہ اس ریاست مدینہ میں صرف سانس لینا نیکس فری ہو گا۔

"ریاست مدینہ" کی معاشی ترقی کی گاڑی کا ایندھن [Fuel] کمزور عوام کا خون، گوشت اور ہڈیاں ہیں۔

ریاست مدینہ کے نہایت دیانتدار حکمران، عالی مرتبہ عمران خان، نے حالیہ دنوں میں ایک طویل انٹرویور یکارڈ کر دیا۔ اُن کی قابلیت مسلم ہے اور ان کے الفاظ میں پاک وطن کو کرشمن سے پاک کرنے کے لیے ان کا عزم و حوصلہ جھلتا ہے۔ انہوں نے حالات حاضرہ کا احاطہ کیا اور تقریباً تمام سیاسی، معاشی اور بین الاقوامی امور پر سیر حاصل فنتگو فرمائی۔

البتہ اُن کا وہ راست انتظار کرتا رہا کہ وہ عوام کو درپیش گھمیرا اور جان لیوا مسائل کا بھی کچھ ذکر خیر کریں گے۔ لیکن وہ جان بوجو کریے پورا موضوع ہی غائب کر گئے۔ وہ جانتے تھے کہ میں غنقریب عوام کے قتل عام کو با لواسطہ اور بلا واسطہ محصولات کے فائزگر اسکوڈا کے ہاتھوں انجام تک پہنچانے والا ہوں، اس لیے اس پر ٹوکریوں کر کیوں اپنا قیمتی وقت ضائع کروں۔ وہ اس لیے اس اہم ترین موضوع کو گول کر گئے کہ اُن کے پاس عوام کے حق میں اصلاح احوال سے متعلق کچھ بھی کہنے کے لیے نہیں تھا۔ انگر صاحب بھی چھو خود فراموشی کے عالم میں تھے، کہ انہوں نے سب کچھ تو پوچھا، لیکن عوام پر لگائے جانے والے روزافزوں ظالمانہ ٹیکسٹر کے بارے میں اور بجلی، گیس اور پیڑوں، اور اشیائے صارفین کے بڑھتے ہوئے ٹیکر کے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔

در اصل خان صاحب نے تھیہ کیا ہوا ہے کہ ملکی معیشت کو غریب اور نچلے متوسط طبقے کے خون، گوشت اور ہڈیوں کے استعمال ہی سے ٹھیک کرنا ہے۔ سابقہ ڈیڑھ ماہ سے قوم کو یہ "خوش خبری" سنائی جا رہی ہے کہ اس موسم سرما میں عوام کو گیس کی سخت کیابی کا سامنا کرنا ہو گا۔ یہ کیابی ایل پی جی کی شکل میں بھی سامنے آئے گی، جس سے اکثریت کے گھروں کے چولے ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ گیسز کے عظیم الشان ذخیروں کی دریافت کی متواتر آنے والی خبروں، اور ستی ترین ایل پی جی کی ایمپورٹ شروع ہج جانے کی خبریں سب ہی ڈھکو سلا ثابت ہوئیں۔ گیس کے ریٹ سلپیس کی قیتوں میں پھراضافے کی خبریں بھی زبانِ زیعامہ ہیں۔ اور بجلی کے ظالمانہ ترین ریس میں اضافے کا فیصلہ بھی کیا جا چکا ہے۔

اگر عمران خان عوام کی امیدوں پر پورا نہیں اترتے تو پیٹی آئی کے سپورٹروں کے ہاتھوں بھی ہدف تقدیر ہیں گے، اگلے۔ ووٹ حاصل نہیں کر سکیں گے اور اپنا بہت کچھ بکاڑ لیں گے۔ لیکن پھر بھی یہ حقیقت بہر حال اپنی جگہ قائم رہنے والی ہے کہ اُن کے کردار کے مقابلے میں ہمارے سابقہ حکمرانوں میں سے کوئی پرکاہ کے رابر بھی وقعت و قابلیت نہیں رکھتا۔ یہ بات ذہن نشین رہے۔ ہم نے 70 برس میں پہلی مرتبہ عمران خان ہی کی وجہ سے بین الاقوامی برادری میں پاکستان اور پاکستانیوں کا مہر بلند ہوتے دیکھ ہے۔ اُن کی عوامی ریلیف کی پالیوں کے ضمن میں غفلتوں اور ناکامیوں پر تقدیر جاری رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انعام کی بہترین شکل وہ اچھے لوگ ہیں جو آپ کو مشکل وقت میں تھام لیتے ہیں۔

کودرا

پارسی فال کے اساطیری قلعہ میں گیارہ دن

اللہ کی رسی

دوسرے دن میرے ذمہ کوئی پروگرام نہ تھا کہ آج مختلف قسم کے تبادل workshops منعقد ہونے تھے۔ میں نے اپنی نوٹ بک اور ضروری کاغذات اٹھایا اور غور و فکر کے خیال سے صدر دروازے کے باہر قلعہ کی فصیلوں سے قدرے ہٹ کر ایک درخت کے نیچے ایتادہ پتھر پر جا بیٹھا۔ درخت کے تنے سے نیک لگائے کچھ دیر دور خلا میں گھوٹا رہا۔ وہ سرالاسرار میرے تعاقب میں تھا۔ ہمارا زوال کیونکر ہوا، جب تک مرض کی صحیح تشخیص نہ ہو کوئی علاج کا گرنبیں ہو سکتا۔ ابھی میں اسی سوال کے تعاقب میں جیرتی بنا دو رفضا میں دیکھ رہا تھا کہ اچانک لکھ کی سی آواز آئی اور میرا رنگا زدہم برہم ہو گیا۔

وہ مارلن وارز تھی جس نے ہاتھوں میں کیمرہ تھام رکھا تھا، مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ معاف کیجئے گا میں آپ کے غور و فکر میں خل ہوئی، آپ کو اس طرح تھا غور و فکر میں ڈوبادیکہ کرمجھے یہ خیال آیا کہ کیوں نہ اس نیچرل پوز کو کیمرے میں محفوظ کر لیا جائے۔ کیمرے کے سامنے عمدًا آپ خود کو خواہ کتنے ہی نیچرل طریقے سے کیوں نہ پیش کریں، وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ میں آپ کو یہ تصویر ضرور سمجھوں گی۔ اور ہاں آج آپ ورک شاپ میں نہیں گئے، میں وہیں سے آرہی ہوں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ستاروں کی گروش، ان کے مختلف خیالی برجوں میں داخلے کی ساعت اور مختلف قسم کے زاپکوں اور Tarrot card کی مدد سے کائنات کی کوئی واقعی تفہیم ممکن ہے، میں نے ایمن کا بہت نام سن رکھا تھا، اسکینڈر نیویائی ممالک میں ان کا بڑا شہر ہے، امید تھی کہ کائنات کی سریت سے کوئی پرت یہاں اٹھے گی، معانی کی کوئی نئی دنیا مکشف ہو گی لیکن ایسا کچھ بھی نہ ہوا، لوگ ایک دائرے میں کھڑے ہو گئے، انہوں نے اپنا ایک ہاتھ آسان کی طرف اٹھایا، آنکھیں بند کر لیں، پھر ان سے یہ کہا گیا کہ وہ تصور کریں کہ آسان سے ایک رہی رفتہ رفتہ زمین کی طرف اتر رہی ہے۔ اس کا ایک سر آسان میں اور دوسرا سر آسان کے ہاتھوں میں آگیا ہے۔ اب وہ اس رہی کو مضبوطی سے کپڑے رہیں۔ چند لمحے میں انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے وہ خدائی را بلطے میں آگئے ہوں۔ بُردار! ہوشیار! کہ کوئی کلمہ زبان سے نہ نکلے۔ آنکھیں بظاہر بند اور بپاٹن ملائے اعلیٰ میں کھلی ہوں۔ تصور کیجئے کہ ایک آسمانی نور نے آپ کو ایک حصار میں لے رکھا

ہے۔ اب اس رسی کو اسی طرح تھا میر ہیں۔ چند لمحے تک ہال میں مکمل خاموشی رہی۔ پھر میرت ماسٹر نے ایک عارفانہ صدابندان connected پنائیں یہ سوال تھا یا حاضرین کے آسمانی رابطے کی توثیق۔ لوگوں نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے تو یہ سب کچھ آئی ڈھکو سلم معلوم ہوا لیکن بعض لوگ کہہ رہے تھے کہ ان کے باطن میں ایک لمحہ کے لیے کوئی چیز اتری تھی۔ وہ بالکل رابطے میں آئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے مارلن نے قہقہہ بلند کیا اور میری طرف استفہا میں نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

مارلن ایک آئرش نژاد کینیڈین شہری ہیں جو ریڈ یوفری پوروب کے لیے کام کرتی ہیں۔ قیام امن کی مساعیوں سے انہیں خاص دلچسپی ہے۔ بوسینیا میں مسلمانوں کے قتل عام کے موقع پر بھی یہ بڑی متحرک رہی ہیں اور میری ان سے پہلی ملاقات بھی ہے۔ میں کسی ایسے ہی جلسے میں ہوئی تھی۔ ان کی آواز میں بلا کا ارتقاش ہے۔ ایک محور کن بلکہ مرعوب کن لہجہ میں الفاظ کے خاص زیر و بم کے ساتھ جب وہ گفتگو کرتی ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ ریڈ یو پروگرام دے رہی ہوں۔ اب جوانہوں نے ورک شاپ کی روپورت اپنے خاص انداز سے سنائی تو اندازہ ہو گیا کہ میرت ماسٹر نے مضطرب روحوں کی تسبیح کے لیے کیسے کیسے نئے آزمائے ہوں گے۔ میں نے کہا کہ قبالائی تصوف ہو یا میرت کا رذ کے ذریعہ مستقبل شناسی کی کوشش یا آسمان سے نازل ہونے والی اس مفروضہ رسی کو تھا۔ لینے کی باتیں، یہ سب دراصل ہم انسانوں کے اضطراب کا غرض ہے۔ بے کیف زندگی کے ویرانے میں اگرست اور معنویت کے احساس جاتا رہے تو انسان کے لیے تصوف ایک آخری پناہ گاہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب ہر جگہ مختلف ناموں سے تو ہم کا یہ کاروبار جاری ہے۔

کہنے لگی کہ میں جن دنوں بوسینیائی جنگ کو کو کر رہی تھی بوسینیائی مہاجرین کے مختلف کیمپوں میں میرا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ وہاں ریلیف کے اسباب کے ساتھ عرب ملکوں سے جو یہ آتی ان میں بعض مشاہد بھی ہوتے جو مہاجرین کے کمپ میں ان کی بہت بندھانے کے خیال سے تقریبیں کرتے۔ اسلام پر عمل پیرارہنے کی ترغیب دلاتے اور خاص طور پر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی تلقین کرتے۔ تو کیا میرت ماسٹر کی اس خیالی رسی کا اللہ کی رسی سے بھی کوئی تعلق ہے؟

مارلن کے اس سوال پر مجھے حیرت ہوئی کہ اس نے کہاں کی بات کہاں سے ملا دی۔ کہاں جبل اللہ المیم اور کہاں روحانیوں کی خیالی رسی جس کے نزول کا تجربہ صرف ان کے حصے میں آتا ہے جو ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔

مارلن! ہمارے علماء اپنی تقریروں میں جس خدا کی رسی کا تذکرہ کرتے ہیں اور جس کے تھا میرے رہنے کی ہمیں تلقین کی گئی ہے اس سے مراد خدا کا لازوال بیگام ہے، توحید خالص کی دعوت ہے جو شرق و غرب اور شمال و جنوب کے انسانوں کو ایک عالمی برادری میں مربوط کر دیتی ہے۔ انسانوں کے مابین رنگ و نسل کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور پھر ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے، یا کم از کم آسکتا ہے، جہاں تمام خلق خدا بلکہ تفریقی رنگ و نسل خود کو عیال اللہ محسوس کر سکے۔ بس یوں سمجھو کر کتاب اللہ ہو جبل المددود من السماء الی الأرض۔

میرا جواب سن کر مارلن کی آنکھوں میں ایک شرارت آمیز چک پیدا ہوئی۔ کہنے لگی: ”اوہ! آئی سی“، اب میں سمجھی کہ اللہ کی رسی قرآن کی اصطلاح ہے، یہ ایک unifying force ہے۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی، حالانکہ میں مسلمانوں کے درمیان خاصی چلی پھری ہوں۔ میرا بچپن لبنان میں گذراد۔ میں نے جنگ بلقان کو سمجھنے کے لیے ترکوں کی تاریخ کا کسی قدر تفصیلی

مطالعہ بھی کیا، کل آپ کی نتائج میں بھی یہ بات بڑی تفصیل سے آئی کہ اسلام نے اپنی آمد کے بعد کس طرح ملیشیا سے لے کر مراث شہک بلکہ ساحل کے اس پار اندر اس کے زیر اثر یورپی خلطے کو ایک عالمی تہذیب میں مربوط کر دیا تھا۔ اس طرح مختلف تہذیبیوں کی جمع پوچھی بنی نوع انسان کا مشترک تجربہ بنی۔ ہندو فارس کے علوم و فنون اور سکننا لوگی حتیٰ کہ پھل اور باغات بھی سکلی اور اندر اس کے علاقوں میں پہنچ گئے۔ اور تہذیب کا یہ نموفطرت کی تباہی اور ماحدیات کی خرابی کے بغیر جاری رہا۔ میں آج بھی جب دریائے دجلہ پر گلی آپی اور ہواں پن چکیوں کو متصور کرتی ہوں کہ کس طرح پانی کے فطری بہاؤ سے نوریہ کی تکنیک کے ذریعہ دریا کا پانی میں میل ہائی کی بالائی زمینوں کو مستقل سیراب کرتا ہتا تھا تو مجھے اس تہذیب کی تباہی پر بے پناہ پیار آتا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تہذیب کا انتشار انا ماذل جو نظامِ کائنات کے فطری نظام سے ہم آہنگی پر تشكیل دیا گیا تھا، آخر اچانک کیوں انتشار کا شکار ہو گیا؟ آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ مسلمانوں کے ہاں بھی خدا کی وہ رسی بس ہاتھ آتے آتے رہ گئی ہے؟ یہ کہتے ہوئے ماذنِ انہ کھڑی ہوئی۔ مجھے ایسا لگا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے نیرث ماسٹر کی خیالی رسی پر جو قہقہہ بلند کیا تھا اس کی زد میں ہم مسلمانوں کی جبل اللہ امیں بھی آگئی ہو جو بقول مارلن ہمارے ہاتھ آتے آتے بس رہ گئی ہے۔

شام کا کھانا بالعلوم قلعہ کے پائیں باغ میں ہوا کرتا تھا۔ باغ تو یہاں کوئی ایسا نہ تھا ہاں ایک سربراہ شاداب لان ضرور تھا جس کے کنارے بڑے بڑے مستطیل نمائ پتوڑوں سے گھرے تھے۔ ان پتوڑوں کے آگے کسی قدر گہرائی لیے ہوئے چھوٹا سا چبوترہ تھا اور پھر بالکل دیوار کی طرح کوئی دوسو فٹ گہرائی ڈھلان، سامنے دریائے ڈراوا اور اس کے کنارے سے گزرتی ہوئی ایک سڑک دکھائی دیتی تھی جس پر کبھی کبھی کوئی گاڑی گز رجاتی۔ پائیں باغ سے دریا کا نظارہ اور فطرت کی نیز تکیاں قابل دیدھیں۔ خاص طور پر شام ڈھلے جب تاریکی کی چادر رفتہ رفتہ دیز ہوتی جاتی، پرندے آشیانوں میں لوٹ رہے ہوتے تو یہ احساس شدت اختیار کر جاتا کہ ہمارے آشیانے کیوں کرتا تھا ہوئے، زندگی الطف و انبساط سے کیونکر محروم ہو گئی، تہذیب کا وہ تدار ماذل، جسے ہم نے فطرت سے ہم آہنگی پر تشكیل دیا تھا، وہ سب کچھ کیسے پارہ پارہ ہو گیا، اب عالم یہ ہے کہ دنیاۓ اسلام کا کوئی بھی نقطہ اور مسلم اکثریت و اقلیت کا کوئی بھی علاقہ نہیں کا ساتھ حفظ فراہم نہیں کرتا۔ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے جب مغل ہند، صفوی ایران اور عثمانی ترک دنیا کے سیاہ و سفید کے مالک تھے پھر یہ حکومتیں کیا تاریخ ہوئیں کہ ہر جگہ مسلمانوں کا خون ارزش ہو گیا۔ استعمار کی بظاہر رخصتی کے بعد بھی عالم اسلام ایک خلشتارِ مسلسل کی زد میں ہے۔ گھنٹن کا یہ عالم ہے کہ اہل ایمان کی ایک بڑی آبادی بلا دیگر میں پناہ گزی بھی پر جبور ہے۔ نہ جانے کیوں آج ان لوٹتے پرندوں کو دیکھ کر اپنے نیشن کی تباہی کا شدت سے احساس ہوا۔

ابھی میں ان ہی خیالات میں کھویا تھا کہ شام کے کھانے کا اعلان ہو گیا۔ اب جو پیچھے مڑکر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قریبی نفع پر علی کو درا انواع و اقسام کے کھانے سجائے بیٹھے ہیں بلکہ ابھی پوری طرح ان کا سجن باقی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی مسکرانے، فرمایا اگر مناسب خیال کریں تو اسی پیغام پر تشریف لے آئیں۔ ابھی بفکی قطار خاصی طویل تھی سو میں نے ان کی پلیٹ سے روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھایا۔ علی کو درا کو میں نے جب بھی دیکھا کچھ گم سم، لیے دیے، خاموش دیکھا۔ وہ اکثر آخر میں آتے، لوگوں سے الگ تھلک کسی گوشے میں بیٹھ جاتے، عام طور پر نتائج سے احتراز کرتے اور کبھی کچھ کہتے بھی تو اس طرح جیسے فتویٰ دے رہے ہوں یا عید نارہے ہوں۔ ایک بار میرے ساتھ کھانے کی میز پر پہلے بھی بیٹھے تھے لیکن اچانک خاموش ہو گئے، کچھ دیر خلا میں گھورتے رہے اور پھر بغیر

کچھ کہے نے اچانک رخصت ہو گئے۔ علی کو درا اکٹھ شارکین کے لیے ایک معہ تھے۔ ان کے بارے میں طرح طریقہ تھے۔ آرائیاں تھیں۔ کوئی کہتا کہ ان کے کندھے سے جو تھیلاں لٹک رہا ہے بھی ان کا کل اٹا شاہ ہے جس میں دوچار کتابیں، کچھ مزید تھے۔ اور اس ایک آدھ کپڑا اور ایک مختصر سامبمل ہے۔ عرصے سے یہ شہر کو خیر با کہہ کر جنگل میں رہ رہے ہیں۔ حکومتوں کے زیر سایہ تھے۔ چاہتے تاکہ مختلف قسم کے بل اور جبری تیکیں سے آزاد نہیں کا لطف لے سکیں۔ پہلے دن جب میں نے انہیں دیکھا، ان نے شخصیت منتشر لباسی کا شکار تھی۔ بالوں کو تو وہ اپنے بوسیدہ ہیست میں چھپائے رکھتے البتہ موچھ اور داڑھی کی بے ترتیبی سے صاف محسوس ہوتا تھا کہ ان امور پر مدت سے انہیں توجہ دینے کا موقع نہیں ملا ہے۔ پھر وہ اچانک کل الاڈ پر صاف سترے اور مرمع سے ڈکھتے۔ گفتگو میں وہ مولویانہ قطعیت۔ میں اب تک یہی سمجھتا تھا کہ جس طرح ہمارے ہاں جو گیوں اور راہبوں کی روایت ہے اتنے تھے۔ مغرب کے کوئی سنیاں ہوں گے یا کوئی جزوں۔ پہلے تو مجھے یہ بھی اندازہ نہ تھا کہ یہ حضرت خیر سے مسلمان بھی ہیں کہ کسی۔ کے شرکاء انہیں محض کو درا کہہ کر مخاطب کرتے۔ لیکن کل ڈاکٹر پیا، جو اس کانفرنس کی روح روائی ہیں، نے بتایا کہ یہ پراسراجمحمد بن عبادہ اول جلوں سا آدمی لگتا ہے، کوسو و کارہنے والا ہے، مسلمان ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اہل فکر میں سے ہے۔ البتہ اسے رویے میں ایک دانشورانہ شدت ہے یا شاید وہ کسی نفیاتی دباؤ کا شکار ہے۔ کہنے لگتیں کہ بوسنیا میں مسلمانوں پر اعلان آز ڈنے۔ بعد جو قیامت گزری ہے اس نے بڑے بڑوں کے اعصاب مجرور کر دیئے ہیں۔ مجھے اس آدمی سے ہمدردی ہے۔

اب جو یہ حضرت بالوں کی تراش خراش اور داڑھی کی تیکین کے بعد صاف سترے کپڑوں میں جلوہ گر ہوئے تو بے کوئی خدا۔ ایک نئی صورت سامنے آئی۔ شاید پیا کے اشارے پر ہی انہوں نے الاؤ کے دوران مجھ سے ربط ضبط بڑھانے کی کوشش کی۔ کھانے کے کھانے کے کھانے کی میز پر علی کو درا بتدآ کچھ ایسے سوالات کرتے رہے جیسے وہ مجھے ٹوٹنا چاہتے ہوں، انہیں میرے مبلغ علم کی تھے۔ مقصود ہو۔ فرمایا: ”یہ جو آپ اپنی تقریروں میں عظمتِ رفتہ کا نوحہ کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بار پھر ایک خدا شناس تبدیل۔ برپا کرنا ممکن ہے، تو کیا اونچی آپ اس بارے میں سمجھیدے ہیں؟ آپ کو اپنے نقطہ نظر کی صلاحت پر یقین ہے یا یہ سب ایک حیرت۔“

جس کے آپ بھی، دوسرے بہت سے مبلغین کی طرح شکار ہیں۔“ demagoggy
مجھے اندازہ نہ تھا کہ علی کو درا اس پایے کے عالم ہوں گے اور اس طرح کے مرمع سوالات سے مخاطب کو مجروح آ رہے۔ ہنر سے واقف ہوں گے۔ میں نے حیرت کا اظہار کیا کہ آپ کے فیصلی نام سے تواب تک میں آپ کو غیر مسلم سمجھتا رہتا۔ وہ تو مجھے پیانے بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ کا پورا نام علی کو درا ہے اور اب ان سوالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی تنویریت کے سب سے گہرے ہیں۔

”کو درا تو معروف مسلم فیلی ہے۔ کیا آپ ابراہیم کو درا سے واقف نہیں، جو بڑے آرٹسٹ گزرے ہیں؟ میری لامگی ہے۔“ سخت متوجہ ہوئے۔

پاکسوکا نام سنائے؟

میں نے کہا: ادب اور آرٹ کے طالب علم کی حیثیت سے پاکسوکی مصوروی سے کسی قدر واقفیت فطری ہے۔

فرمایا: "حیرت ہے پاک سوکوتوم جانتے ہوا اور ابراہیم کو درا کو نہیں جانتے۔ جب پاک سو شہرت کے باہم عروج پر تھا اس کی عمر ڈھل چکی تھی اس وقت ابراہیم کو درا کے برش نے روم اور ملان کے آرٹ ایگر پیشتر میں تمکھہ مچا کر کھاتا۔ اس نے پاکو، روآولہ، ڈوفی، ڈالی اور مٹا جیسے فنکاروں کے ساتھ دیسیوں اجتماعی نمائشیں منعقد کیں۔ پھر نہ جانے کی بات ہے کہ تمام اعزازات و اکرام کے باوجود ابراہیم کو درا کی شہرت ایک البانی آرٹسٹ کی ہی رہی اور پاک سو جدید دنیاۓ فن کا امام بن گیا۔" یہ کہتے ہوئے علی کو درا کی آنکھیں نہ ہو گئیں۔ انہوں نے روماں سے آنسو خشک کیے۔ اپنی چھنچلا ہٹ اور غصہ کو کسی قدر قابو میں کیا، بولے: یہ کسی کو درا کی توہین نہیں، شخصی اور خاندانی وقار کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کا تعلق اس امت کی بے تو قیری سے ہے جس کے لعل و گہر جس کی قیمتی صلاحیتیں اقوام عالم کی نگاہوں میں آج کوئی وزن نہیں رکھتیں۔ ابراہیم کو درا کو چھوڑیے، آپ اب بطور اور ابین جیسے ہم جو سیاحوں سے واقف ہوں گے اور علوم الجھر پر عہد و سلطی کی اتحاری ابین ماجد کی انسیکلو پیڈک نویعت کی کتابیں بھی شاید آپ کی نگاہوں سے گزری ہوں گی اور یقیناً آپ مارکو پولو کی سیاحی اور واسکو ڈی گاما کے بھری سفر سے بھی واقف ہوں گے۔ کہاں اب بطور اور کہاں مارکو پولو، کہاں ابین ماجد جیسا تجربہ کار سیاح اور کہاں ڈی گاما اور کلبس جیسا مسکین سامسافر۔ لیکن ان مغربیوں کی بے حیائی کی وادی تجھ کہ وہ اب بطور کو عالم عرب کا مارکو پولو کہتے ہیں اور ابین ماجد کو مشرق کا کلبس گردانے ہیں۔ اگر ان میں ذرا سی بھی انصاف کی خوبی ہوتی تو وہ مارکو پولو کو یورپ کا ابین بطور اور کلبس کو یورپ کا ابین ماجد بتانے میں فخر محسوس کرتے۔ لیکن کیا کچھی گا جب کسی قوم کا ملی وجود اس کے اپنے اندر منہدم ہو جاتا ہے تو ایک عمومی بے تو قیری اس کا مقدر ہے جاتی ہے۔

مجھے یاد آیا کہ بوسنیائی جنگ کے ایام میں ہیگ کی کسی کانفرنس میں، جو پیس پیلس میں منعقد ہو رہی تھی، میں ایک شام چند احباب کے ساتھ چھل مدمی کو نکلا تھا، ایک صاحب جونستا بزرگ تھے وہ بھی ہمارے گروپ میں شامل ہو گئے۔ میں ان سے واقف نہ تھا وہ خود بھی خاموش طبع اور منكسر المراجع شخص تھے۔ اب جوان سے باضابطہ تعارف ہوا تو یہ پتہ چلا کہ وہ کوسوو کے آدم دماچی صاحب ہیں، البانیائی مسلمانوں کی تحریک مزاحمت میں پیش پیش رہے ہیں۔ اٹھائیں سال تک قید و بند کی صعبویں برداشت کی ہیں۔ اٹھائیں سال کا ذکر سن کر جب میں ایک لمحہ کو چونکا تو ان کی ایک شاگردہ نے مداخلت کی۔ بولی: تم انہیں نہیں جانتے، Nelson Mandela our Heis۔ اس وقت بھی یہ جملہ سن کر مجھے ایسا لگا تھا جیسے کوئی خوبصورت کافی کابرتن کسی نے اچانک زمین پر دے مارا ہو۔ کوئی چیز میرے اندر ورنہ میں منہدم ہو گئی ہو۔ آج علی کو درا کے ساتھ یہی کریمے لیے یہ سمجھنا کسی قدر آسان ہو گیا کہ وہ عزت نفس، وہ غیرت، اپنے آپ میں ہونے کا عمل بلکہ کہہ لیجئے کہ عرفان ذات اگر نہ ہو اور فرد اپنے آپ کو دوسروں کے عکس میں دیکھنے کا عادی ہو جائے تو پھر اسے اپنی اصل حیثیت کا حساس نہیں رہ جاتا۔

احترام کے معنی خصیت پرستی نہیں، خصیت پرستی سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے ہر قول اور عمل کو، پر کھے بغیر میں بر صداقت تسلیم کر لیا جائے۔ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی انسان بھی ہو، اس کے قول اور عمل کو اللہ کی کتاب کی کسوٹی پر کھے کے دیکھ لیا جائے۔ اگر وہ اس کے مطابق ہو تو اسے صحیح سمجھا جائے۔ اگر اس کے خلاف ہو تو اس کو مسترد کر دیا جائے۔

پاکستان جدید اسلامی تجربہ گاہ

﴿“اسلامی ریاست” کے تصور کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نہ اسے زیادہ دیر سر دخانہ ہی کی نذر کر سکتے ہیں ﴾

علام اقبال نے اپنے خطبہ صدارت میں جو 1932ء میں آل انڈیا مسلم پارٹیز کا نفرنس میں دیا تھا، مسلمانوں کو خاطر کرتے ہوئے فرمایا:

”جس دین کے قم علمبردار ہو وہ فرد کی قدر و قیمت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ خدا اور بندوں میں صرف کر دے، اس دین قیم کے مضرمات ابھی ختم نہیں ہوئے، یہ دین اب بھی ایک نئی دنیا پیدا کر سکتا ہے، جس میں غریب امیروں سے نیکس وصول کریں، جس میں انسانی سوسائٹی محدودوں کے مساوات پر نہیں بلکہ روحوں کی مساوات پر قائم ہو۔“
ان کو پورے اخلاص کے ساتھ اس کا یقین اور احساس تھا کہ ایک ایسا خود مختار خطہ مسلمانوں کے لئے بے حد ضروری ہے، جہاں اسلامی زندگی کا ”عمل“، اپنے سارے شعبوں اور پہلووں کے ساتھ جاری رہ سکے اور شریعت اسلامی اور زندگی کا اسلامی طریقہ اپنی خدادا دصلحیتوں اور جوہر کا آزادی کے ساتھ اظہار کر سکیں اور چونکہ ہندوستان ہی [جیسا کہ انہوں نے 1930ء میں مسلم لیگ کے اجلاس کے خطبہ صدارات میں کہا تھا] ایک ایسا ملک جہاں سے بڑا اسلامی مجوعہ آباد ہے، اس لئے وہ اس تجربہ کے لئے سب سے زیادہ حوزوں جگہ ہے، اور یہاں وہ اسلامی مرکز [زیادہ گھرے الفاظ میں وہ لیبارٹری] قائم ہو سکتا ہے، جہاں صالح سوسائٹی کی تشکیل اجتماعی زندگی کی تنظیم، اقتصادی مسائل کا حل اور تہذیب کی صحیح و پاکیزہ رہنمائی، عقیدہ اور عمل، مادیت اور روحانیت اور فردو جماعت کی ایک ایسی ہم آہنگی پیدا ہو سکے جو لوگوں کو تجہب و اعتراض پر مجبور کرے اور اسلامی ممالک کے رہنماؤں کو اس کی تقلید اور دنیا کے مفکرین کو نئے طرز پر آبادہ کر سکے۔

یہ سیاسی بالغ نظری اور بلند ہمتی جس کی نظیر اس دور میں عالم اسلام میں مشکل سے ملے گی۔ مملکت پاکستان کی بنیاد تھی، 1947ء میں یہ خواب پورا ہوا اور پاکستان وجود میں آیا۔ پاکستان کے اولین معماروں نے بھی اس فکری بنیاد کو تسلیم کیا جس پر اس عظیم ترین اسلامی ریاست کی تعمیر ہوئی تھی، اور اس کا اسلامی طریق زندگی کا ایک عمل یا تجربہ گاہ قرار دیا۔

مسٹر محمد علی جناح اپنی ایک تقریر میں، جوانہوں نے 11 اکتوبر 1947ء کو پاکستان کے بڑی اور فضائی فوج کے افراں اور سول حکام کے سامنے کی تھی، کہا: ”پاکستان کا قیام جس کے لئے ہم دس سال سے کوشش تھے، نفعصلہ تعالیٰ اب ایک ایک زندگی حقیقت ہے لیکن خود اپنی مملکت کا قیام ہمارے مقصد کا صرف ایک ذریعہ تھا، اصل مقصد نہیں تھا، منشایہ تھا کہ ایسی مملکت قائم ہو جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہیں، جس کو ہم اپنے مزاج اور ثقافت کے مطابق ترقی دیں اور جس میں اسلامی عدل اجتماعی کے اصول آزادی کے ساتھ برترے جائیں۔“

لیکن اس تجربے کو ناکام بنانے اور تاریخ کے اس نادر وزریں موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے [جو صدیوں کی مدت میں کسی قوم کامل سکتا ہے اور خصوصی سیاسی و بین الاقوامی حالات کی بنابر ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو حاصل ہوا تھا] جن وسیع صلاحیتوں اور خصوصیتوں کے اختصار درکار تھے، ان کے امتحاب پر مناسب توجہ نہیں کی گئی اور ان کی تربیت اور تیاری کے لئے مناسب اور ضروری وقت نہ مل سکا اور نہ اس کو ضروری سمجھا گیا، مشرقی اسلامی ممالک جو مغربی نظام تعلیم عرصہ سے رانچ تھا، اور مغربی علمی مرکز جہاں ان لوگوں نے تعلیم حاصل کی تھی [جن کی تقدیر میں اس نئی اسلامی ریاست کی تشکیل اور رہنمائی کا نازک کام آیا تھا] اس سے بہتر نمونہ پیش کرنے سے قاصر تھے، جو ہمیں پاکستان کی موجودہ شکل میں نظر آتا ہے۔ وہ اس طرزِ فکر اور طرزِ حیات کے سواد نیا کو کچھ اور نہیں دے سکتے تھے، اور جس طرح درخت کو اس کے قدرتی پھل پر ملامت نہیں کی جاسکتی، اس نظام تعلیم اس کے مغربی رہنماؤں اور اس نئی ماحول سے شکایت بیجا اور سر برہا مہینہ نہیں کئے جن کو دین کی ابتدیت و کاملیت اور اس کی لافانی صلاحیت پر غیر متزلزل یقین ہوا اور اس کی توسعی تبلیغ کے لئے ان کے اندر قرون اولیٰ کا سا جوش پایا جاتا ہو، جو مغرب کے افکار و اقدار کے سانے پر ڈالنے کے بجائے اور اپنے ملک کے قانون و نظام کو ان کے سانچے میں ڈھالنے کے بجائے مغربی تہذیب کے صالح اجزاء اور وسائل و علوم جدیدہ کے آہن کو اپنے یقین کی گری سے پکھلا کر اپنی تہذیب کے سانچے میں ڈھالیں اور اپنی ضرورت اور اپنے ڈھب کے سانچے تیار کر لیں۔

افسوس ہے کہ ایجادی اور ثابت طور پر قیام پاکستان کی معتمدہ مدت میں بھی نظام تعلیم کو [جو کسی ملک کو کسی خاص رُنگ پر لے چکنے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے] اسلامی روح اور اسلامی مقاصد کے لئے ازسرنو ترتیب دینے، پاکستانی معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے، آئین کو اسلامی بنانے، ذہنی انتشار اور اخلاقی فساد کے معلوم و معروف ناکوں اور سرچشموں کو بند کرنے کے لئے کوئی جرأت منداز قدم نہیں اٹھایا گیا اور کسی طرح اس کا ثبوت دینے کی مخلصانہ و سنجیدہ کوش نہیں کی گئی کہ پاکستان ایک نیا اسلامی معلم اور تجربہ گاہ ہے، جہاں اسلامی طریق زندگی کی افادیت، اسلامی اصول و قوائیں کی صلاحیت اور اسلامی تہذیب کی فویت کا عملی ثبوت فراہم کیا جائے گا اور دوسرے ابھرتے ہوئے ممالک کے لئے عملی مثال پیش کی جائے گی۔

بہر حال، پاکستان کا اپنے بنادی مقاصد سے اخراج اور عصر حاضر کی دوسری نامہبی [Secular] اور تجدید پسند [Modernist] حکومتوں کی تقليد تاریخ جدید کا ایک عظیم ساخن ہو گا اور ان کروڑوں افراد کے ساتھ یہوفائی جنہوں نے اس اسلامی عمل اور تجربہ گاہ کے قیام نے لئے شدید ترین تکالیف برداشت کیں اور عظیم قربانی پیش کی۔ اس سے بڑھ کر اس کا نقصان یہ ہو گا کہ یہ طرزِ عمل بیشہ کے لئے اس امنگ اور آرزو کو سرد کر دے گا اور اس تجربے کی کامیابی کے امکان کو اگر ختم نہیں تو نہایت بعید بنادے گا۔ اور بے لالگ تاریخ اور انسانی تجربہ اس کی اجازت نہیں دے گا کہ بھر اس کا نام لیا جائے۔ پاکستان کی اس نازک اخلاقی ذمہ داری کو فرو فیسا سمجھتے ہیں Wilfred cantwell smith [Islam in Modern History] نے بڑے اچھے انداز سے بیان کیا ہے، وہ اپنی کتاب "Islam in

" میں لکھتے ہیں:

”شاید پاکستانی کسی وقت یہ خیال کریں کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا کام ان کے ابتدائی اندازہ سے کہیں زیادہ دشوار طلب ہے لیکن سوچا جائے تو اب ان کے لئے کوئی راہ مفریقی نہیں، ان کے وعدے اور دعوے اتنے بلند بالگ اور واضح تھے کہ ان کی تجھیں سے گریز ناممکن ہو گیا ہے، ان کی تاریخ اب ”تاریخ اسلام“ ہوگی۔ ان کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری آئی پڑی ہے، اب خواہ اسے پسند کریں یا اس پر نارم ہوں، بہر حال وہ ”اسلامی ریاست“ کے تصور کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نہ اسے زیادہ دیر سر دخانہ ہی کے نذر کر سکتے ہیں کیونکہ اس وقت اسلامی ریاست کے نظریہ کو ختم کرنے کا فیصلہ مخف طریق کارکی تبدیلی کا فیصلہ نہیں ہو گا، یہ تو گویا اپنے دین اور وطن کی اساس پر کلہاڑ اچلانے کے متراہ ہو گا اور تمام دنیا اس گریز سے یہی مطلب اخذ کرے گی کہ اسلامی ریاست کا نظریہ لا یعنی اور اس کا نعرہ مخف فریب نظر تھا، جو حیاتِ جدید کے تقاضوں سے نپنچہ کی صلاحیت نہیں رکھتا یا یہ کہ پاکستانی بحیثیت ایک قوم کے اسے اپنی قومی زندگی پر نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں، اس صورت میں دنیا کے نزدیک خود مسلمانوں کے معتقدات ایمانی ہی مشکوک اور قبل تقدیم ہبھریں گے۔

پروفیسر فیض احمد لغاری ایڈو وکیٹ [رجیم یارخان]

خوشحالی اور سکون معیشت سے نکھرتی ہے

خوشحالی اور سکون معیشت سے نکھرتی ہے۔ اسلام کا معاشری نظام اتنا خوبصورت، ہترین اور بندہ پرور ہے کہ کوئی اور معاشری نظام اس کا مقابل نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ خالق کائنات کا اپنی مخلوق کی پروش کا نظام ہے۔ یہ نظام بنیادی ذرائع آمدن اور اضافی ذرائع آمدن کے ذریعے میں معیشت کو ایسا مستحکم کرتا ہے کہ اس کے نفاذ سے غربت کا مکمل خاتمه ہو جاتا ہے، ماضی گواہ ہے کہ سید عمر بن عبد العزیز کے دور حکومت میں لوگ زکوہ صدقات کے لئے آوازیں لگاتے تھے اور یہنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ آج بھی ہمارا ملک خوشحال ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں کسی اور طرف لوگوں کے FATF کے بنائے گئے قانون اور نظاموں کو دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہمیں اپنا نظام بدلتا چاہیے۔

موجودہ نظام حکومت جس کے ناقص انتظام کی وجہ سے مہنگائی اتنی بڑھ گئی ہے کہ درمنی ای طبقے کا ہر آدمی چیخ رہا ہے اور غریب طبقے کے تو حال بدتر ہے کاش حکومت وقت کو ہوش ہوتا اور ان کے ہر شہر میں بیٹھے ہوئے واسرائے [ڈپٹی کمشنر] کو توال [ڈی پی او] صاحبانِ کمپنی اپنے ایئر کنٹرولر شریڈ ففرزوں سے نکل کاباز اروں کا رخ کرتے اور منڈیوں میں مہنگائی کرنے والوں کو اتنا لٹکاتے اور لوگوں کی دعا میں لیتے لیکن افسوس نیکی ان کے نصیب میں نہیں جہاں پاکستان میں اسلام کا معاشری نظام نافذ کرنا تھا اسے کے بجائے مقروض بنادیا، جہاں عدل و انصاف ہونا تھا وہاں ظلم و زیادتی کا بازار گرم کر دیا گیا۔ جہاں غریب کے بدن پر کپڑا ادا ناتھا وہاں اس کی چادر کو جھین لیا گیا ہے۔ غریب عوام سے مختلف قسم کے نیکیں وصول کر کے حکمران اور ان کے غلام افسران اپنی عیاشیوں اور آسائش پر بے دریغ خرچ کے جاری ہے ہیں۔ اب قوم کو ہوش میں آنا پڑے گا اور اسلام کا جھنڈا الہرانا پڑے گا، نوجوان کچھ سوچو کچھ سمجھو تمہاری ضرورت ہے اس ملک کو بچانے کے لئے اس ملک کے فرسودہ نظام کو اکھاڑنے کی ضرورت ہے۔ تمہاری ضرورت ہے، پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کی اور پاکستان کو سپر پا اور بنانے کے لئے ڈٹ جاؤ۔

پروفیسر فیض احمد لغاری ایڈو وکیٹ،،،،، ہائی کورٹ،،،،، اقامت دین فورم،،،،، علی لاکائج،،،، تعلیٰ چوک،،،، رجیم یارخان] ۱۲

ا قامت دین کے لئے چند ناگزیر امور

اسلامی نظام ایک فکری اور نظریاتی نظام ہے۔ اس نظام کو ایک یادوں میں میکانی طور پر قائم نہیں کیا جاسکتا۔ ہر فکری نظام کی اساس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے تب وہ نظام قائم ہوتا ہے۔ اس نظام کو صرف وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جو اسی نظام کی فکری اساسات پر پہلے سے ہی ایمان لاتے ہیں۔ جو لوگ اس نظام کی اساسات پر ایمان نہیں لاتے وہ اس نظام کو قائم نہیں کر سکتے۔ ہم اس نظام کی اساسات کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر ہم ان خصوصیات اور ان اقدامات کی نشاندہی کرتے ہیں جو اس نظام کو برپا کرنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔

(۱) اس نظام کی اقامت کے بارے میں سب سے پہلا یورض ضروری اصول تو یہ ہے کہ یہ نظام ایمان اور عمل صالح کے ذریعے قائم ہوتا ہے، ایمان اور عمل صالح کا لازمی نتیجہ اسلامی نظام کا قیام ہوتا ہے ارشاد جناب باری تعالیٰ ہے **وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي أَرْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ حَفْظِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشَرِّكُونَ بِي شَيْئًا** (55-24) اے ایمان والو تمیں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ہے اور اچھے کام کے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو روئے زمین پر ضرور غلبہ دے گا، جس طرح ان لوگوں کو غلبہ دیا جو ان سے پہلے گزرے چکے ہیں اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند کیا۔ اس پر انہیں ضرور ضرور پوری قدرت دے گا۔ اور ان کے خائف ہونے کے بعد امن سے ضرور بدل دے گا۔ وہ میری اطاعت کریں گے ۵۰ حکومت کو تباہ کن ہتھیار استعمال کر کے ہر شخص حاصل کر سکتا ہے، دنیا کے بڑے بڑے ڈکٹیٹر بھی قوت کے زور پر برس رافتار آئے، ہمارے اس موجودہ دور میں، دھوکہ بازی اور فریب کاری سے بھی اقتدار حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن استخلاف فی الارض دھوکہ اور فریب سے حاصل نہیں ہوتا یہ ایمان اور اعمال صالح کا نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ اعمال صالح کیا جاتا ہے۔ اور جو مملکت دوسرا طریقوں سے ملتی ہے وہ ملوکیت کہنا لاتی ہے۔

سورۃ فاطر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **إِلَيْهِ يَصْعُدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ** (35-10) یہ کلمات اللہ، نظریات زندگی، اقدار الہی ان سب کے لئے قرآن کریم نے ایک ہی لفظ کلمہ کا استعمال کیا ہے اور اس کے لئے فرمایا کہ اقدار الہی کے مطابق جو نظام قائم ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف بلند ہوتا ہے، یعنی جو مقاصد اللہ نے مقرر فرمائے وہ ان کی طرف جاتا ہے۔ **وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُ** (35-10) اور اعمال صالح اسی مقصد حیات کی طرف لاتے ہیں۔ اعمال صالحی نظام الہی کو قائم کرتے ہیں۔ اسی آیت کریمہ نے خود اعمال صالح کو بھی Define کر دیا کہ ہر وہ عمل جو اسلامی نظام قائم کرنے میں مدد و معاون ہوتا ہے وہ

عمل صالح کھلاتا ہے۔ بہر حال قرآن کریم کی رو سے یہ طے شدہ بات ہے کہ اسلامی مملکت ایمان و اعمال صالحہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ہمارے اس موجودہ دور میں جو جہادی دستے اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے وجود میں آئے ہیں وہ سب قرآن کے خلاف ہیں۔ ان گروہوں نے اسلام کو بدنام ہی کیا ہے۔ ان کی وجہ سے ہی غیر مسلموں نے مغرب میں اس کے لئے Militant Islam کے لفاظ وضع کئے ہیں۔ یہ صرف مسلمانوں کے Voilence کا نتیجہ ہے۔

(۲) اسلامی نظام وہ ہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جو یہ بات جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ذات کی تربیت اور اس کی کشاور صرف اس وقت ہو سکتی ہے جب عزیز ترین مال و دولت نوع انسانی کی ربو بیت کے لئے گھلار کھا جائے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا (3-92) جو لوگ ہر وقت دوسروں کی دولت پر نگاہ رکھتے ہیں اور جن کی زندگی کا مقصد اندر وون ملک اور بیرون ملک بینکوں میں مجھ پا چھپا کر دولت جمع کرنا ہوتا ہے، وہ اسلامی نظام قائم نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم نے اتفاق کا لفظ مفادِ عامہ کے لئے گھلار کھنے کے معنی میں استعمال کیا ہے، اسلامی نظام قائم کرنے والے وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِم خَصَاصَةً (9-59) ترجمہ: وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود تنگی کی حالت میں ہوں۔ اُن کا یہ ایمان ہوتا ہے۔ وَمَا تُتَفَقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نُفْسِكُمْ (2-272) مال و دولت میں سے جو تم گھلار کھتے ہو وہ درحقیقت تمہاری اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے۔ نیز وہ اس بات پر جم کر کھڑے ہوتے ہیں کہ وَمَا أَنْفَقُتُمْ فَنْ شَيْءٌ فَهُوَ خَلْفُه (34-39) ترجمہ: تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اس کا بدل دیتا ہے ۰ وہ قرآن کریم کے اس فرمودہ کو بھی مانتے ہیں الَّذِي يُؤْتَنِ مَالَه يَتَرَكَّبِي (18-92) ترجمہ: جو اپنامال و دوسروں پر خرچ کرتا ہے اس کا ترکیب نفس ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی مختتوں کے حاصل کو ربو بیت عامہ کے لئے بالکل گھلار کھچھوڑتے ہیں۔ فرمایا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوُ (2-219) پوچھتے ہیں کیا چیز کھلی رکھیں کہو جو چیز بھی ضرورت سے زائد ہے۔ اسلامی مملکت چونکہ ہر فرد کی کفیل ہوتی ہے (11-6 + 17-31 + 6-151) اس لئے اس میں دولت جمع کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، ارشاد ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كَتَبْ مُبِينٌ ☆ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبْلَ السَّلَمِ (16-5/15) ترجمہ: اے اہل کتاب اللہ کی طرف سے تمہاری طرف روشنی اور کتاب آگئی ہے۔ یہ کتاب نہایت روشن ہے، اللہ اس کتاب کے ذریعے سلامتی کی راہیں کھول دیتا ہے، جو لوگ اُس کتاب کے قوانین کا اتباع کرتے ہیں۔ اسلام تو ہے ہی امن و سلامتی کا دین۔ لَهُمْ دَارُ السَّلَمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَهُو وَلِهِمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (6-127) ترجمہ: ان لوگوں کے لئے جو سیدھی راہ پر چلتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک سلامتی و عافیت کا گھر ہے اور وہ ان کے اعمال حسنہ کی وجہ سے ان کا مددگار ہے۔

[3] یہی وہ امن و سلامتی کا گوشہ ہے جس کی طرف اللہ خود عوت دیتا ہے وَاللَّهُ يَدْعُوَا إِلَى دَارِ السَّلَمِ وَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (10-25) اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جو چاہتا ہے اسے کامیابی کی راہ پر لگا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ میں سے ایک صفت المؤمن بھی ہے جس کے معنے دنیا میں امن قائم کرنے والا اور اس کی دوسری صفت السلام ہے یعنی سلامتی دنیے والا۔ قرآن کریم کی یہ مرکزی اور بنیادی تعلیم ہے کہ ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرے۔ اس تعلیم کے پیش نظر ہر مسلمان از خود سلامتی اور امن کا پیکر ہونا چاہئے۔ امت مسلمہ من حيث اجمو عہد

دونوں صفات کی حامل ہونی چاہئے۔ اور اسلامی مملکت کی تو اساس ہی صفات باری تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس طرح ہر مسلمان پوری امت مسلمہ اور اسلامی مملکت السلام اور المون کی عکاس ہوگی۔

قرآن حکیم مسلمانوں کا قبیلی اور ہنی مرکز ہے، یہ امن و سلامتی کا سرچشمہ ہے اور امن و عافیت کا گھوارہ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمِنًا (3-96) جو کوئی بھی قرآن کی حدود میں یا اس نظام میں جو اس سے جاری ہوتا ہے، اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا۔ آپ خود غور فرمائیں کہ اسلامی نظام کس طرح امن و سلامتی اپنے چاروں طرف پھیلاتا ہے۔

(4) اسلامی مملکت کا اولین فریضہ عدل قائم کرنا ہوتا ہے، یہ بالکل ایک ظاہری اور بدیہی بات ہے کہ اگر کسی معاشرہ میں عدل نہیں ہوگا تو اس معاشرہ میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن جیرانی کی بات یہ ہے کہ عقل انسانی اسی بنیادی تصور کی تعریف نہیں کر سکی۔ مختلف اقوام اور تمدن میں عدل کے مختلف مفہوم ہیں اور تعریفات میں چونکہ مختلف پلچرزاں پر اپنی روایات اور اقتدار خود بناتے ہیں اور چونکہ عدل ان اقتدار کے مطابق ہی طے پاتا ہے اسی لئے آج تک عقل انسانی عدل کی کوئی جامع اور مانع تعریف پیش نہیں کر سکی۔ سیکولر حکومتوں میں عدالتیں جو فیصلے کر دیتی ہیں وہ عدل کہلاتا ہے، اسی لئے عدالتوں سے جو فیصلہ تنازعہ امور کے متعلق صادر ہوتا ہے۔ اسے عدل پر منی خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اب غور فرمائیں کہ اگر قانون ہی عدل پر منی نہ ہو تو اس کے مطابق جو فیصلے ہوتے ہیں وہ کیسے عدل پر منی ہو سکتے ہیں۔ شاید دوسری اقوام اور مملکتوں کو یہ بات ذرا مشکل سے سمجھ آئے، لیکن ہمارے لئے تو اس بات کو سمجھنے میں کوئی دشواری ہی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں تو اکثر قانون ظلم و فسق پر منی ہیں۔ ہم رات دن دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح سو سو قتل کے مرتب مختلف سیاسی پارٹیوں کے کارکن، عدالتی قانون کے مطابق سزا سے نجات جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑا لیٹر ایسا سندان چند سال کی قید بھگت کر، اربوں روپوں کا سرمایہ شیر مادر کی طرح ہضم کر جاتا ہے۔ قرآن کریم اس بات پر شدید اصرار کرتا ہے کہ ملک کا قانون عدل پر منی ہونا چاہئے۔ وہ صرف چند الفاظ میں عدل کی تعریف کر دیتا ہے کہ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (44-5) جو اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیلنہیں کرتے ہوئے لوگ کافر ہیں۔ قرآن کریم اپنے قوانین کے علاوہ دُنیا کے کسی قانون کو درست اور منی بر عدل قرار نہیں دیتا۔ اسی لئے اس نے عدل کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے یَهُدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَغْدِلُونَ (7-158) ترجمہ: وہ لوگوں کی رہنمائی حق کی طرف کرتے ہیں اور اسی (قرآن) کے مطابق عدل کرتے ہیں ارشاد عالی ہے وَتَمَتَّثُ الْكَلِمَاتُ وَنَكَّ صِدْقًا وَعَدَ لَا مُبَدِّلٌ لِكَلِمَاتِهِ (6-116) ترجمہ: اللہ کے قوانین صدق و عدل کے ساتھ مکمل ہو گئے۔ اسے کوئی بدل نہیں سکتا اس اعلان نے اسلام کو دیگر تمام مذاہب سے منفرد کر دیا۔ کیونکہ کسی اور مذہب نے کوئی قانون دیا ہی نہیں وہ تو صرف پرستش کی حد تک محدود ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ یہ قوانین ہی صدق و عدل پر منی ہیں۔ عدل سے متعلق قرآن کریم کے اہم احکامات یہ ہیں۔

1۔ خود نبی اکرمؐ کو حکم تھا کہ وہ عدل کریں (5-8 + 5-48)

2۔ دشمن کے ساتھ بھی عدل کرو (5-8)

3۔ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے (16-90)

4۔ لوگوں کے معاملات میں ہمیشہ عدل کے ساتھ فیصلہ کرو (2-190 + 2-194)

ذات (نفس) کا تصور نہیں ہوتا۔ اس لئے وہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو انسان کو جرم [Crime] کرنے سے از خود رکتی ہو۔
اسلامی نظام میں قوانین کی پابندی سے سوسائٹی کا نظام تو بہتر ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے اس کا اصل فائدہ اور اس کا حاصل [By Product] یہ ہوتا ہے کہ اس میں ذات انسانی کی پرورش از خود ہو جاتی ہے جو انسانی زندگی کا مقصود ہے۔ قرآن فرماتا ہے
الَّذِي يُؤْتَى مَالَهُ يَتَرَكَّى (18-92) جو اپنا مال دوسروں پر صرف کرتا ہے اس کی اپنی پرورش ہوتی ہے، نیز فرمایا وَمَنْ تَرَكَّى فَإِنَّمَا يَتَرَكَّى لِنَفْسِهِ (18-35) جو دوسروں کی پرورش کرتا ہے اسی سے اس کی اپنی پرورش ہوتی ہے۔ اس نظام میں ہر شخص دوسروں کی پرورش کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

(2) اسلامی ریاست کا دوسرا بینا دی نظریہ مکافات عمل ہے، تمام کائنات کا دارو مدار مکافات عمل پر ہے، مکافات عمل کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام اپنا ایک نتیجہ پیدا کر کے رہتا ہے۔ یہ مکافات عمل ہماری طبعی زندگی میں بھی ہے۔ کائناتی اور طبیعی زندگی کے مکافات عمل کے متانج چونکہ اس دُنیا میں بھی سامنے آ جاتے ہیں، اس لئے اس کو شخص تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ایک شخص زہر کھاتا ہے، اس زہر کھانے کا مکافات عمل فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ شخص کچھ دیر بعد غوفت ہو جاتا ہے۔ حرام کا مال کھانے سے بھی نفس انسانی پر مکافات عمل کا نہایت بُرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ حرام کھانے والا اس پر اس لئے یقین نہیں کرتا کہ اس کا اثر یہاں دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن ایک مسلمان کے لئے مکافات عمل پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اُسے جس طرح زہر کھانے سے ہلاکت کا یقین ہوتا ہے اسی طرح اس کو حرام مال کھانے سے نفس پر بُرے اثرات قائم ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ ایک سخت بھوکے آدمی کو آپ کھانا مہیا کر دیں اور یہ بتا دیں کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے تو وہ شخص بھی بھی زہر آلوہ کھانا نہیں کھائے گا۔ اسی طرح ایک مسلمان کو جبکہ وہ بھوکا ہو آپ کھانا پیش کر دیں اور یہ بھی بتا دیں کہ یہ کھانا حرام کماں سے خریدا گیا ہے۔ تو وہ مسلمان کھانا نہیں کھائے گا۔ مکافات عمل کا عقیدہ پر یقین رکھنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس مملکت کے شہری جرام سے ابھناب کرتے ہیں۔ مکافات عمل کے ماتحت ہمارے نفس پر جو اثرات ہوتے ہیں وہ ملائکہ، یعنی فطرت کی قوتیں مرتب کرتی ہیں، ان اثرات کو مرتب کرنے میں ملائکہ کیا کردار [Part] اور کس طرح عمل [Play] کرتے ہیں ہمیں معلوم نہیں۔

آپ درخت کی ایک گھٹکی کوز میں میں بودیں تو وہ گھٹکی اپنے مقررہ وقت میں ایک درخت بن جائے گی۔ اس گھٹکی کو درخت کائناتی قوتیں، اور بربان قرآن کریم، ملائکہ بناتے ہیں۔ لیکن یہ ملائکہ نفس انسانی پر کس طرح اثرات مرتب کرتے ہیں، عقل انسانی اب تک یہاں نہیں پہنچی ہے۔ جس دن عقل انسانی نے یہ راز پالیا، اس دن یہ دُنیا جنت بن جائے گی۔

(3) اسلامی نظام کا تیسرا ستون مستقل اقدار ہیں، قرآن کریم نے انسان کی راہنمائی کے لئے جو اصول عطا فرمائے ہیں ان کو مستقل اقدار کہا جاتا ہے۔ یہ اصول چونکہ تبدیل نہیں ہوتے اس لئے ان کو مستقل اقدار کہتے ہیں۔ مستقل اقدار عقل انسانی طے نہیں کر سکتی۔ صرف وہی الہی ہی مستقل اقدار عطا کرتی ہے۔ ان اقدار پر عمل کرنے سے ہی ذات (نفس) کی نشوونا ہوتی ہے۔ اسلامی مملکت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ مستقل اقدار کو اپنے نظام کی بنیاد بنائے اور ان اقدار کو معاشرہ میں نافذ اور راجح کرے۔ مستقل اقدار پر ہی قوانین متفرع ہوتے ہیں۔ ہر دور کی اسلامی مملکت ان اصولوں کی عملی نفاذ کے لئے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق اس کی جزئیات مقرر کرتی ہے۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے تمام امور مشورہ کے ذریعے طے ہونے چاہئیں۔

islami Mulkat ki ziyadeh nmayiyan خصوصیات ہم نے پیش کی ہیں۔ ہمارے ہاں عموماً لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر اسلامی Mulkat قائم کی جائے تو اس کا ڈھانچہ کیا ہوگا۔ اور یہ حکومت کسی طرح کام [Function] کرے گی، قرآن کریم نے اسلامی Mulkat کی خصوصیات اور اس کی عسکری اساس بیان فرمائی ہے، لیکن قرآن نے اس Mulkat کے ڈھانچے سے کوئی بحث نہیں کی ہے۔ کیونکہ Mulkat کا ڈھانچہ بنانا انسانی ذہن کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔ یہ ڈھانچے مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتا ہے، اسی لئے قرآن کریم اس کو بیان نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن کریم نے اس Mulkat کے اہداف بالکل ایک، دو، تین کی طرح سلسلہ وار بیان کر دیئے ہیں۔ آپ Mulkat کا ڈھانچہ اس طرح تشكیل دیں کہ اس سے اس کے اہداف حاصل ہو جائیں۔ اب ہم آپ کے سامنے قرآن کریم کے وہ بنیادی اتصورات و شرائط Pre-requisite پیش کرتے ہیں جن پر یہ Mulkat قائم ہوتی ہے۔

(۱) اسلامی Mulkat صرف وہ لوگ قائم کر سکتے ہیں جو انسانی ذات (نفس) پر یقین رکھتے ہیں۔ میں آپ سے بتائیں کہ رہا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ میرے پاؤں میں معمولی سادہ ہے، پھر کہتا ہوں میری انگلیاں دیر تک لکھنے کی وجہ سے تحک جاتی ہیں۔ بعض مرتبہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے فلاں دوست سے قرض لیا تھا۔ چونکہ میں وہ قرض اتنا نہیں۔ کا اس لئے مجھے شرمندگی ہے، میں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں نے بندوق سے گولی چلنے کی آواز سنی، اس سے میں بہت ڈرا۔ میں بار بار جو { میں اور میرے } اور اپنے خوف اور شرمندگی کا ذکر کرتا ہوں یہ ”میں“ کون ہے؟ میرا ہاتھ یا پاؤں نہ شرمندہ ہو سکتا ہے اور نہ خائف۔ یہ ”میں“ میرے جسم سے الگ کوئی چیز ہے، اس کا نام ذات ہے۔ قرآن کریم اس کو نفس کہہ کر پکارتا ہے، قرآن کریم کی رو سے انسان جسم اور ذات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور جس طرح انسان کے جسم کی پروش ایک خاص طبعی نظام کے مطابق ہوتی ہے۔ اسی طرح اس ذات (نفس) کی پروش بھی ایک ضابط کے مطابق ہوتی ہے۔ چوری کی روٹی کھانے کے الگ الگ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چوری کر دہ روٹی جسم کی پروش کرتی ہے لیکن نفس انسانی پر بہت بُرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ قرآن کریم کا قائم کردہ نظام جسم اور نفس دونوں کی بیک وقت پروش کرتا ہے۔ قرآن کریم نے جو اپنے بے مثال ہونے کی تحدی کی ہے اس کا یہی مقصد ہے کہ ذہن انسانی ایسا نظام نہیں بنایا جس میں دونوں چیزوں کی پروش ہو سکے۔ نفس انسانی کی تربیت کرنا انسان کا فرض ہے۔ یہی تزکیہ نفس ہے۔ جس سے انسان کی ساری صلاحیتیں برومند ہو جاتی ہیں نفس انسانی کو اسلامی نظام کی بنیاد بنائے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ چونکہ ہر شخص کے سامنے ذات کی تربیت ضروری ہے اس سے وہ ایسے کام نہیں کرتا جو جرام میں شامل ہوں اور اس کے نفس پر بُرے اثرات ہوں اسلامی نظام میں کوئی ڈرائیور سورخ تھی Red Light [اس لئے عبور نہیں کرے گا، کہ اس کو معلوم ہے کہ اس کے عبور کرنے سے اس کے نفس پر بُرے اثر مرتب ہوگا۔ اس طرح اسلامی نظام میں جرام از خود ختم ہو جاتے ہیں۔ جس قدر نفس انسانی پر یقین زیادہ ہوگا، اسی قدر وہ شخص جرام سے اجتناب کرے گا۔ اسلامی Mulkat میں تو نظامِ سیاست کی عمارت انسانی ذات کے عقیدے پر قائم ہوتا ہے۔

اسلامی نظام کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور اس کی اطاعت ہی عبادت رتبائی ہوتی ہے اس لئے کوئی شہری ریاست کے قوانین توڑنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ریاست کے قوانین کو توڑنے سے اس کے نفس پر بُرے اثر مرتب ہوتا ہے اور اس کی آخرت خراب ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست میں گناہ [Sin] اور جرم [Crime] ایک ہی ہو جاتا ہے۔ ہر جرم [Crime]، ہمیشہ گناہ [Sin] بھی ہوتا ہے۔ اس لئے جو شخص گناہ [Sin] نہیں کرتا وہ جرم [Crime] بھی نہیں کرے گا۔ سیکولر ریاستوں میں

یہاں تک کہ نبی اکرم گوہی مشورہ کرنے کا حکم تھا وَأَمْرُهُمْ شُوُرِيٰ قَيْنَهُمْ (42-38)۔ اسلامی نظام میں مشاورت بھی ایک مستقل قدر ہے۔ لیکن قرآن کریم نے مشاورت کا کوئی طریقہ مقرر نہیں کیا۔ ہر زمانے کے لوگ اپنے تقاضوں کے مطابق مشاورت کا طریقہ خود طے کر لیں گے۔ سیکولر حکومتوں کے سامنے مستقل اقدار یا اقدار [Values] نہیں ہوتیں، وہ اپنی ضرورت اور کچھ کے مطابق اقدار [Values] طے کر لیتے ہیں۔ سیکولر حکومتوں کی یہ سب سے بڑی خامی ہے کہ ان کے پاس مستقل اقدار نہیں ہوتیں۔ جو اقدار وہ وضع کرتے ہیں وہ انسانیت کو نفع نہیں دیتی بلکہ صرف ان لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں جو یہ اقدار [Values] بناتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ انگلینڈ میں اور امریکہ کی زیادہ تر ریاستوں میں ہم جنس پرستی [Homosexuality] جائز قرار دے دی گئی ہے۔ عقل انسانی آج تک اچھا [Good] اور برا [Evil] کی وضاحت [Justice] کر سکی اور نہ کر سکتی ہے۔ نہ عقل انسانی نے انصاف [Justice] کی وضاحت [JL] کر سکتی اور نہ کر سکتی ہے، یہ عقل انسانی کی حدود سے باہر ہے۔ اگر عقل انسانی مستقل ان چیزوں کی وضاحت [Define] کر سکتی تو پھر وہی کی ضرورت نہ رہتی نہ عقل انسانی مستقل اقدار بن سکتی ہے۔ اسی لئے مملکت کے چلانے کے اصول اللہ تعالیٰ نے مستقل اقدار کی صورت میں عطا کر دیئے ہیں، تاکہ ایک ریاست ان مستقل اقدار پر عمل کر کے ایک بہترین ریاست بن جائے۔

قرآن کریم کا عطا کردہ نظام ہی انسانیت کے ذکھوں کا علاج ہے اس کی اساس (۱) نفس انسانی (۲) مکافات عمل (۳) مستقل اقدار پر ہوتی ہے۔ اس نظام کی اقدار [Values] اس درجے بے مثال ہیں کہ وہ جسم انسانی اور نفس انسانی دونوں کے تقاضے پورے کرتی ہیں۔ اس نظام کو اگر امن و سلامتی [Peacefully] کے ساتھ کسی جگہ قائم کر دیا جائے تو اس کے سامنے دوسرا نظام برف کی طرح پھٹنے نظر آئیں گے۔ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَذْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (۱۱۰-۱۱۱) ترجمہ: اور تو دیکھیے گا کہ لوگ گروہ گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ اگر اس نظام کے تنازع برآمد ہونے لگیں تو کوئی وجہ نہیں کہ لوگ اس کو لپک کرنا لے لیں انسانیت تو آج اسی طرح کے نظام کے لئے چشم براہ ہے۔ جس کا اصول یہ ہو کہ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (۱۳-۱۷) جو کچھ بھی پوری انسانیت کے لئے نفع بخش ہے اس کو اس دُنیا میں قرار ہے۔

اگر آپ واقعی یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اس پوری کائنات میں ایک اللہ ہی غالب و بر اقتدار ہے۔ تو پھرچے دل سے، پورے شعور کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیں کہ آج سے وہی ”ایک اللہ“ خود آپ پر بھی غالب و بر اقتدار ہے گا، اور آپ اس کے علاوہ کسی کے زیر اثر و مغلوب نہ ہوں گے۔ آپ پر خود آپ کا نفس بھی، کبھی غالب و حکمران نہیں ہو گا۔ خالق کائنات کو ”إِلَه“ مانتے کا یہی اصل مفہوم۔ لیکن افسوس لوگ اُسے کائنات کا إِلَه توانتے ہیں، خود اپنا اور اپنے آپ پر اُسے ”إِلَه“ مانتے اور بنانے پر تیار نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ”ایمان“ ایسا ہے جس کی کوئی اصل اور بنیاد ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان کے دعووں کے باوجود ہمارا ایمان کو کھلا اور بے معنی ہے۔ یہ احتیاط اس لئے لازم ہے کہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے اپنی خواہشات کو ”إِلَه“ بنارکھا ہے۔

نفس کی تشریح

صاحب تاج العروس نے لکھا کہ **نفس** کے بہت سے معانی ہیں۔ مجملہ ان کے یہ لفظ انسانی شخصیت کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔ نیز وہ تو انائی جس سے تمیز کی صلاحیت [شور اور احساس کی قوت پیدا ہوتی ہے، عقل، علم اور قلب کے معنوں میں بھی آتا ہے اور **عین الشیئ** کے معنوں میں بھی۔ جیسے جاء فی المَلِكُ بِنَفْسِهِ۔ بادشاہ میرے پاس نفس نہیں آیا ہے۔ نیز عظمت اور بڑائی، ہمت اور بڑائی، غیرت۔۔۔ ارادہ کے معنوں میں بھی۔

علاوہ بریں، اس لفظ [نفس] کو قرآن کریم نے اُس "شے" کے لئے بھی استعمال کیا ہے جسے ہم انسانی ذات [HUMAN PERSONALITY] یا اقبال کی اصطلاح میں خودی [SELF] یا [NESS - AM - I] کہتے ہیں۔ یہ مفہوم واضح طلب ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ دین کی اصل و بنیاد انسانی ذات کے اقرار پر استوار ہے تو اس میں قطعاً مبالغہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ روح کے شمن میں لکھا جا چکا ہے۔ دنیا میں اصولی طور پر دُقُّم کے تصور حیات پائے جاتے ہیں، ایک تصور حیات یہ ہے کہ انسانی زندگی محض طبیعی زندگی [PHYSICAL LIFE] ہے۔ طبیعی قوانین کے تحت اس کے جسم کی پرورش ہوتی ہے اور انہیں قوانین کی رو سے یہ آخر الامر مر جاتا ہے۔ اور جب اس کے نفس [سانس] کی آمد و رفت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس فرد کا بھی خاتمه ہو جاتا ہے۔ عصر حاضر کی زبان میں اسے مادی نظریہ حیات [MATERIALISTIC CONCEPT OF LIFE] کہتے ہیں۔ جسے عام طور پر ”مغربی تہذیب“ یا سیکولر نظام کہا جاتا ہے، وہ اسی نظریہ حیات کے مظہر ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نظریہ کی رو سے اتنا کونہ خدا پر ایمان لانے کی ضرورت پرتی ہے نہ وہی کو تسلیم کرنے کی حاجت۔ اس نظریہ کے قائل اگر خدا کی ہستی کا اقرار کریں گے تو بھی [زیادہ سے زیادہ] اس حد تک کہ کائنات کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اور یہ اس کے قوانین کے مطابق سرگرم عمل ہے، لیکن ظاہر ہے کہ خدا پر اس قسم کے ایمان سے انسانی زندگی پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ اس کائنات کو خدا نے پیدا کیا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں! یہ یونہی اتفاقی و جوہ میں اگئی ہے، تو اس اقرار اور انکار سے ان کی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اس قسم کے ایمان کو ایمان تسلیم نہیں کرتا۔ [۲۳/۸۴-۸۸، ۲۹/۶۱-۶۴، ۲۵-۳۱، ۳۸-۳۹]۔ اسی طرح جو شخص یہ کہتا ہے کہ زندگی بس اسی طبیعی زندگی کا نام ہے، موت سے انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو اس کے نزدیک خیر ارش کا معیار بھی خود ساختہ ہو جاتا ہے۔ خیر وہ جس سے اُسے فائدہ پہنچے، یا زیادہ سے زیادہ، جسے معاشرہ [سو سائی] [اچھا کہہ دے۔ اور شر وہ جس سے اُسے نقصان پہنچے یا جسے سو سائی میں عیوب سمجھے۔ اس کے نزدیک اس کے اپنے فیصلوں یا معاشرہ کے معین کردہ قوانین و ضوابط سے بالا کوئی

قانون نہیں ہو سکتا۔ اس کی زندگی کا مقصد اپنے جذبات کی تسلیم ہوتا ہے اور بس۔ قرآن کریم اسے کفر کی زندگی قرار دیتا ہے۔ سورہ الجاثیہ میں ہے۔ **أَفَرَأَيْتَ مِنْ اتَّخَذَ اللَّهَ هُوَاهُ**۔ کیا تم نے اس شخص کی حالت پر بھی غور جو اپنے جذبات، ہی کا الله بنالیتا ہے۔ اس کا تجھیہ یہ ہوتا ہے کہ **وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ**۔ وہ قانون خداوندی کے مطابق اپنے علم کے باوجود غلط روشنی زندگی پر چلتا ہے۔ **وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غَشَاوَةً**۔ اور جذبات پرستی کا طوفان اس کے کافیوں پر اور دل پر ہر لگا دیتا ہے اور اس کی آنکھوں پر پڑے پڑھ جاتے ہیں **فَمَنْ يَهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ** [45-23] اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص خدا کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اس حالت تک پہنچ جائے۔ اس کی صحیح راستے کی طرف، بجز خدا کے قانون کے، اور کون را ہمناسی کر سکتا ہے، سو کیا تم ایسے شخص کی حالت دیکھ کر نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگوں ہیں **وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاةُ الدُّنْيَا نَمُوذٌ وَنَخِيَّا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ** جو کہتے ہیں کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم [قوانین طبعی کے مطابق] مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور دروزمانہ [وقت] ہمیں ہلاک کر دیتا ہے۔ **وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُونَ** [45-24] انہیں حقیقت حال کا کچھ علم نہیں ہوتا، یہ محض ظن و قیاس سے کام لے کر اس قسم کا تصور قائم کر لیتے ہیں۔

قرآن کریم اس زندگی کو حیوانی زندگی قرار دیتا ہے: **الَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَا أَكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ** [47-12] جو لوگ [بلند رکھ زندگی سے] انکار کرتے ہیں وہ حیوانوں کی طرح کھاتے پیتے اور سماں زیست سے فائدہ اٹھاتے [اور پھر مر جاتے] ہیں۔

اس کے پرکش، دوسرا تصور زندگی یہ ہے کہ انسانی زندگی صرف اس کے جسم کے علاوہ انسان میں ایک اور شے بھی ہے جسے اس کی ذات یا نفس کہتے ہیں۔ یہ قوانین طبعی کے ماتحت نہیں ہوتی، نہ ہم جسم کی موت سے اس کا خاتمه ہو جاتا ہے، اس سے انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ اگر اس کی مناسب نشوونما کی جائے تو انسان کی موجودہ زندگی بھی خوشگوار اور سر سبز و شاداب ہوتی ہے اور مرنے کے بعد، وہ زندگی کی مزیدار ترقائی نازل طے کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ انسانی ذات کی نشوونما ان قوانین کی رو سے ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے، حضرات انبیاء کرام کی وساطت سے بذریعہ وحی ملتے ہیں [اور جواب قرآن کریم کے اندر محفوظ ہیں]۔ اس سے آپ نے دیکھ لیا کہ انسانی ذات پر ”ایمان“، اور خدا، وحی، نبوت اور آخرت پر ایمان کس طرح لازم و ملزم ہیں۔

”انسانی ذات کیا ہے؟ یہ نہ بتایا جا سکتا ہے نہ سمجھا جا سکتا ہے، اس لئے کہ یہ کوئی مادی ”شے“ نہیں۔ انسانی ذات کا مظاہر اس کے اختیار و ارادہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسی غیر مادی ”شے“ ہے جو اختیار و ارادہ کی استعداد کی حامل ہے۔ اختیار و ارادہ [مطلق اور کلی طور پر] خدا کو حاصل ہے اور اس کا عطا کردہ [حمد و شکل میں] انسان کو۔ اس کے کائنات میں کسی اور کو اختیار و ارادہ حاصل نہیں۔ اسی لئے اسے خدا نے ”رو جنا“ کہہ کر پکارا ہے۔ یعنی الوہیاتی تو انائی سواء [DIVINE ENERGY] اگر انسان قوانین خداوندی کا اتباع کرے تو اس کی ذات میں [حد بشریت کے اندر] صفات خداوندی منعکس ہو جاتی ہیں۔ اسی کو اس کی ذات کی نشوونما کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ انسانی ذات، ذات خداوندی کا مجموعہ نہیں۔ ذات [وہ خدا کی ہو یا

انسان کی ایک گیر منقسم وحدت [INDIVISIBLE WHOLE] ہوتی ہے جس کے حصے بخوبی نہیں ہو سکتے۔

چونکہ انسان کے ہر عمل کی بنیاد اس کے ارادہ پر ہوتی ہے، اس لئے اس کے ہر عمل کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے دل میں گزرنے والے خیالات اور نگاہ کی خیانت کا بھی [40-19]۔ یہی اس کا ”اعمال نامہ“ ہے۔ جو اس کی گردان میں لٹکا رہتا ہے [13-17]۔ اسی کو وہ ظہورِ تناخ کے وقت پڑھے گا، افراً کتبک کفیٰ بنفیسک الیوم علیک حسینبا [14-17] تو آج اپنی کتاب پڑھ۔ آج تیرا نفس خود تیر احباب لینے کے لئے کافی ہے، [75/14-15]۔ اس سے انسانی ذات کی فردیت [Individuality] ثابت ہوتی ہے [6-94, 95-19] ہر انسانی ذات منفرد [UNIQUE] ہوتی ہے اور اس کے ہر عمل کا اثر اس کے اپنے اوپر ہوتا ہے، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ **وَ لَا تَكُسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَ لَا تَنْزُرُ وَازْدَةً وَزْرَ أَخْرَى....** [165-6] ہر نفس کو اپنے اعمال کا خمیازہ خود بھگتنا پڑتا ہے، کوئی بوجھاٹھا نے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ جب اتباعِ قوانینِ خداوندی سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے تو [جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے] اس میں زندگی کی مزیدار تقائی منازل طے کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جتی ہے۔ اسے مرنے کے بعد جنت کی زندگی کہتے ہیں، لیکن جس ذات کی نشوونما نہیں ہوتی، وہ آگے بڑھنے سے روک جاتی ہے۔ یہ جہنم یا جہیم کی زندگی ہے۔

یاد رہے کہ انسانی ذات، ایک ملکہ، صلاحیت، استعداد یا امکانی قوت ہے، جو جانے خواہی نہ خیر ہے نہ شر۔ دوسرا ہر قوت کی طرح، اس کا استعمال اسے خیر یا شر بنا دیتا ہے۔ جب انسان اُسے انسانیت کی بلند اقدار [HIGHER VALUES] کے تحف اور استھنام کے لئے عمل میں لاتا ہے تو یہ خیر کا موجب بن جاتی ہے [اسی سے اس کی نشوونما ہوتی ہے]۔ اور جب انسان اپنے اختیار و ارادہ کو، پست مفادِ خلویش کی خاطر استعمال کرتا ہے [جس میں بلند اقدار کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے] تو یہ شر کا مظہر بن جاتی ہے۔ اس صورت میں [محض تیزی کی خاطر] ہم انسانی ذات کو ایغو [EGO] سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایغو، حیوانی سطح، زندگی پر ہوتا ہے اور ذات، انسانی سطح زندگی پر،،، جب انسانی جذبات [EMOTIONS] ایغو کے تابع چلتے ہیں تو قرآن کریم انہیں ”**ہوی**“ کی اصطلاح سے تعبیر کرتا ہے۔ [اس مادہ میں ”لپتی“ کا مفہوم ہوتا ہے]۔ اسے عام طور پر ”نفس اثارة“ کہا جاتا ہے۔

بعض اوقات نفس انسانی کی یہ یکنیت بھی ہوتی ہے کہ جب اس سے کوئی بُرائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد اس میں احساسِ ندامت بیدار ہو جاتا ہے۔ یہ درحقیقت، ایغوا اور ذات میں ایک قسم کی کشمکش کی حالت ہوتی ہے۔ اسے قرآن کریم نے نفسِ لوامہ کہا ہے [2-75] یعنی ”لامات کرنے والا نفس“، اس سلسلہ میں اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ انسانی ذات میں اس کی استعداد نہیں کہ وہ خیر اور شر میں خود تیزی کر سکے، خیر و شر کی تیزی صرف وحی کی رو سے ہو سکتی ہے، نفسِ لوامہ اسی بات پر ملامت کرے گا جسے وہ معیوب سمجھتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس بات کو وہ معیوب سمجھتا ہے وہ درحقیقت معیوب ہو، اور جسے وہ محظوظ قرار دیتا ہے وہ درحقیقت مدد ہو۔ اس کا فصل وہی خداوندی ہی کرتی ہے۔

جب انسان، قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتا ہے تو ایغوا اور ذات کی کشمکش ختم ہو جاتی ہے۔ ذات، پست جاذبیتوں پر غالب آجائی ہے [29-39]۔ اسے قرآن کریم نے نفس، مطمئنہ سے تعبیر کیا ہے [27-89] جس کی زندگی جنت کی زندگی ہے

[29-89]- اے عصر حاضر کی علم نفس کی زبان میں [INTEGRATED PERSONALITY] کہا جائے گا۔ اس کے بر عکس [DISINTEGRATED PERSONALITY] ہوگی۔ قرآن کریم نے نفس کی ان دونوں کیفیتوں کو **فَالْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَهَا** [91/8,9] سے تعبیر کیا ہے اور ذات کی نشوونما [DEVELOPMENT] کو انسانی زندگی کا مقصد اور کامیابی و کامرانی بتایا ہے [10-91]۔

چونکہ انسانی ذات، امکانی شکل [REALISEABLE FORM] میں ہر انسانی بچ کو پیدائش کے ساتھ یکساں طور پر ملتی ہے، اس لئے اس کی بناء پر ہر فرزند آدم، محض آدمی ہونے کی جہت سے واجب التکریم ہے **وَلَقَدْ كَرِمَنَا بَنِيَ آدَمَ** [17-70] ہم نے تمام فرزندان آدم کو واجب التکریم بنایا ہے۔ ذات کی تکریم کے معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے شخص کو پانچھومن بنائے۔ انسانی اختیار و ارادہ انسانی ذات کی بنیادی خصوصیت ہے۔ اس لئے کسی کے اختیار و ارادہ کو سلب کر لینا، اس سے اپنے فیصلے منوانا [اسی کو ملکوئی کہتے ہیں] اُسے شرف انسانیت سے محروم کر دینا ہے۔ قرآن کریم کی روز سے اطاعت یا ملکوئی صرف قوانین خداوندی کی ہو سکتی ہے، [اسی کو عبادت کہتے ہیں]۔ یہ اطاعت، کسی مستبد حاکم کی عائد کردہ پابندیوں کا نام نہیں ہوتا۔ انسان اس پابندیوں کو اپنے اوپر خود عائد کرتا ہے۔ [اطاعت کے معنی ہی بطیب خاطر برضا و رغبت، اپنے اوپر کسی پابندی کا عائد کرنا ہے] اور اس لئے عائد کرتا ہے کہ اس سے اس کی ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔ **لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا**..... [2-286] سے بھی مراد ہے۔ یعنی قوانین خداوندی انسان پر جو پابندیاں عائد کرتے ہیں تو اس سے مقصود، خود انسانی ذات میں وسعت پیدا کرنا ہوتا ہے، نہ کہ اس کی آزادی کو سلب کرنا، قرآنی معاشرہ اس قسم کی فضای پیدا کرتا ہے جس میں کوئی کسی کا حکوم نہیں ہوتا۔ انسان کسی دوسرے انسان کا مطیع و حکوم نہیں ہوتا، سب اقدار خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں جس سے انسانی ذات کی وسعتیں حد و در فرموش ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس سے انسان کو اس دنیا میں بھی جنتی زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور آخرت میں بھی جنتی زندگی۔ خانقاہیت کی تجریگا ہوں میں انسانی ذات کی نشوونما کبھی نہیں ہو سکتی وہ دنیا میں نفس گشی کو مقدس ترین مقصود، اور آخرت میں اپنی ذات کو ذات خداوندی میں فنا کر دینے کو منظہمی حیات قرار دیتے ہیں، جتنیں داخلے کے لئے **فَادْخُلُوا فِيْ عِبْدِيْ** [29-89] بنیادی شرط ہے، یعنی معاشرہ کے اندر زندگی بس کرنا، اور یہ چیز خلوت کدوں اور تجریگا ہوں میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

-O-O-O-O-O-O-O-O-

روح یا نفس کے متعلق قرآن کریم کی تصریحات کے مطابق جو پکھ لکھا گیا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہ خدا کا اعظم کریم۔ ملکہ ہے جس سے انسانی اختیار و ارادہ کی نمود ہوتی ہے، عصر حاضر کے ماہرین علم انسن [PSYCHO LOGISTS] نے اس کے متعلق جو تحقیق کی ہے اسے یہاں بیان نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا موضوع زیر نظر سے تعلق نہیں جو حضرات ان کی اس تحقیق سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ وہ میری کتاب، مطالب الفرقان جلد دوم کے متعلق مقابات ملاحظ فرمائیں۔ اس مقام پر ہم صرف اتنا واضح کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم نے جو پکھ روح یا نفس کے متعلق کہا ہے اسے تصور کی "روحانیت" سے ذور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے بر عکس، قرآنی تصویر نفس، تصوف کے پیش کردہ تصور کے یکسر خلاف ہے۔ قرآن کریم نے احکام خداوندی کے تبعین کو مومنین یا

ہم کہ کر پکارا، اور ان کے مختلف اعمال صالح کی وضاحت کی ہے۔ ان کے ”روحانیت“ کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ ذکر کیا ہے تو ان کرو دار اور پاکیزگی اخلاق کا حقیقی کہ حضور نبی اکرمؐ کے متعلق بھی ارشاد خداوندی ہے کہ **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** [۱۸] اے رسول! بے شک تو انسانی اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ یعنی حضورؐ کی عظمت آپ کا صحن کرو دار اور بلندی ہے، روحانی ترقی کا ذکر قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔ یہ اصطلاح ہی ہم نے غیروں سے مستعاری ہے۔

-O-O-O-O-O-O-O-

اس سفر میں جس قدر مسافت ہم نے طے کی ہے، ہے تو وہ دور دراز، لیکن اس پر نگاہ بازگشت ڈالنے سے یہ حقیقت جائے گی کہ وہ نظریہ اور مسلک ہے [MYSTICISM] ویدانیت، رہبانیت، روحانیت، کہا جاتا اور جسے تصور کی جسمہ گیر ح سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا ایک ایک جزو اسلام کے خلاف اور قرآنی تعلیم کی تفیض ہے۔ اسلامی نظریہ حیات اور مقصود کے اصل الاصول یہ ہیں:

ذات خداوندی کی کہنا و حقیقت و ماہیت انسانی شعور و ادراک بلکہ تصور و قیاس سے ماوراء ہے۔ نہ اس کی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے نہ پہچانا جاسکتا ہے۔ اس پر ایمان لانے کا تقاضا ہے نہ کہ عرفان کا علم کی رو سے اس کی واحدانیت کی شہادت تھی ہے جیسا کہ اس نے خود مایا ہے **شَهَدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَاتِلًا** مط لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ [۱۷-۳] خدا اور ملائکہ اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی الہ اور یہی شہادت وہ صاحب اعلم دے سکتے ہیں جو عدل و قسط پر قائم ہیں، یعنی یہ کہ اس کے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار نہیں اور حکیم ہے۔

کائنات اور خود انسان خدا کی مخلوق ہیں اور وہ ان کا خالق۔ اس نے کائنات ک بالحق پیدا کیا ہے اور انسان کو حسن تقویم طا کیا۔ انسان عبارت ہے مادی جسم اور انسنی ذات سے۔ انسانی زندگی کا مقصد ان دونوں کی پرورش اور نشوونما ہے۔ انسانی پرورش خدا کے مقرر کردہ طبیعی قوانین کی رو سے ہوتی ہے اور انسانی ذات کی نشوونما ان اقدار خداوندی کے اتباع سے جنہیں وحی کے ذریعے عطا فرمیا اور جواب قرآن کریم کے اندر ابدی طور پر محفوظ ہیں۔ ان اقدار کے مطابق زندگی، قرآنی معاشرہ مداوندی کے اندر بسر کی جاسکتی ہے۔

انسان کے ہر عمل کی نمود تو اس کے اعضاء جسمانی کے ذریعے ہوتی ہے لیکن اس کی محرك اور ذمہ دار اس کی ذات ہوتی ہے کی اسی ذمہ داری کا نتیجہ ہے کہ خدا کے قانون مکافات کی رو سے اس کا ہر عمل حتیٰ کہ اس کے ارادہ تک کا اثر اس کی ذات پر موت تھے۔ اگر یہ اعمال تغیری متاثر کے حامل ہیں تو اس سے انسان کی ذات کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ تحریکی موتانگ پیدا ہیں تو اس کی ذات میں صعف و انتشار واقع ہو جاتا ہے۔ اس کی ذات اس کی موت سے فنا نہیں ہو جاتی۔ یہ موت کے بعد برہتی اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق زندگی کی مزید ارتقا میں ممتاز طبق کرنے کے لئے آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔

انسانی جدوجہد کا مقصد فطرت کی قوتوں کو سخت کر کے انہیں اقدار خداوندی کی مطابق نوع انسان کی منفعت کے لئے رتنا ہے۔ اس سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔ اسی کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے، ”تزکیہ“ کے معنی ہی نشوونما ہیں، یعنی اقدار

خداوندی کے اتباع سے انسانی ذات کی صلاحیتوں کا نشوونما پانا۔ قرآن کریم نے اس کا ذریعہ ”تعلیم کتاب و حکمت بتایا ہے، یہی رسالت کا منصب اور فریضہ تھا [26-2]

[۵] یہ مقصد ایک اجتماعی نظام کی رو سے حاصل ہو سکتا ہے جسے الدین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دور حاضرہ کی اصطلاح میں اسے قرآنی نظام مملکت کہا جاسکتا ہے، یعنی ایسی مملکت جو احکام و اقدار خداوندی کی تنفیذ کے لئے قائم کی جائے۔ اس کا آغاز ایک محدود و خطز میں سے ہو گا لیکن یہ رفتہ پہلیت ہوئی تمام نوع انسان کو محیط ہو جائے گی۔

[۶] نزول قرآن کے زمانہ میں اس قسم کا نظام محمد رسول اللہ والذین معہ کے انسانیت ساز ہاتھوں سے مشکل ہوا اور دنیا نے محسوس شکل میں دیکھ لیا کہ یہ نظام عالم انسانیت کے لئے کس قسم کے خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے۔

[۷] جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، اس نظام کے تابع اقدار خداوندی کے مطابق زندگی برقرار نے سے، ان افراد میں جو تبدیلی پیدا ہوئی تھی، اُسے قرآن کریم نے کہیں روحانیت سے تعبیر نہیں کیا تھی کہ حضور نبی اکرم جو شرف انسانیت کے معراج کبریٰ پر فائز تھا ان کے متعلق بھی خدا نے مبہی کہا ہے وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ [۶۸-۴] پہلک آپ اخلاق انسانی کے عظیم ترین مقام پر فائز ہیں۔ یعنی اس کا نتیجہ پا کیزہ، اخلاق اور بلندی کروار بتایا گیا ہے، ”روحانی ترقی“ نہیں، یہ اصطلاح قرآن میں کہیں نہیں آتی۔ یہ ہے اسلامی تعلیم اور قرآنی نظام کا ملک، تصوف کے متعلق جو کچھ پہلے کہا گیا ہے اُسے آپ اس کے بالمقابل رکھیے اور پھر دیکھئے کہ اس کی ایک ایک شق کس طرح قرآنی پیغام اور نظام کی ضد ہے۔

اس سے آپ کے دل میں فطرت ایسے سوال اُبھرے گا اور بڑی شدت سے اُبھرے گا کہ جب حقیقت یہ ہے تو پھر اسلام میں تصوف کہا سے آگیا۔ اور آہی نہیں گیا بلکہ ساری فضاض پر چھا گیا اور اس طرح چھا گیا کہ اُسے عین دین ہی نہیں، مفردین قرار دیا جاتا ہے، اس اہم سوال کا جواب اگلے ابواب میں ملے گا۔

قارئین کرام۔۔۔ اسلام علیکم

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ پاکستان میں مہنگائی سرچھ کر بول رہی ہے ڈالر کی اونچی اڑان نے معاشرہ کا توازن بگاڑ کر کھدیا ہے اور پس سے سونے پرہاگا عمران خان کی حکومت نے پیرون ملک ڈاک ٹکٹ پر دی گئی رعایت تمام اشاعت پر سے ختم کر دی ہے۔ کیونکہ ڈاک ٹکٹ وزن کے حساب سے لگتے ہیں، ہمارے رسائل کے صفحے 40 اور وزن 65 گرام ہے، جس پر 100 گرام کے ٹکٹ لگتے ہیں، اب ہم رسائل کا وزن 50 گرام تک محدود رکھنے کے لئے 40 صفحات سے کم کر کے 36 کرنے ہیں اور لفافے کا سائز بھی چھوٹا کر رہے ہیں اس طرح رسائل کا وزن 50 گرام تک محدود ہو جائے گا جس کے سبب رسائل پر ڈاک ٹکٹ 50 گرام کے حساب سے لگائے جاسکیں گے۔ یہ اقدام رسائل پر آنے والے اخراجات کو قابل برداشت رکھنے کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ اس وعدے کے ساتھ کہ صوت الحق کے صفات کم ہونے کے باوجود کیونکہ ہم پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے مگرائی Costodian [ہیں اس لئے پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت، پاکستان کی مغرب افیانی سرحدوں کی حفاظت پاک فوج کے وقار کی حفاظت،،، حق کی آواز بلند رکھنے اور اللہ کا پیغام وہدایت عوام الناس و خواص اور مقتدر اداروں تک پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔۔۔ راشد [مدیر]

قائد اعظم اور ریاست پاک اصولی سیاست

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے برصغیر کی سیاست میں جو لفاظی کی دراد ادا کیا ہے اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ انہوں نے اپنے اسی کردار کی بدولت برصغیر میں مسلمانوں کی علیحدگی مملکت کے قیام کے تصور کو حقیقت کا روپ دیا جسے انگریز ہندو اور دیگر افراد ناممکن گردانے تھے۔ وہ بلاشبہ بیسویں صدی کے سب سے عظیم سیاستدان تھے۔ سیاسی میدان میں وہ 1906ء میں داخل ہوئے اور ستمبر 1948ء تک جب انہوں نے وفات پائی انہوں نے بہت ہی اہم اور متحرک کردار ادا کیا وہ کروڑوں لوگوں کی محبوب شخصیت تھے ان کے ایک اشارہ ابر و پرلاکھوں لوگ جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے ان پر عوام کو بے انتہا اعتقاد تھا اس کی بنیادی اور اصل وجہ یہ تھی کہ وہ ایک صاحب کردار با اصول اور ریاضتی معرفت سے پاک انسان تھے ان کا انداز فکر اور عمل جمہوریت کا آئینہ دار تھا۔ ان کے ظاہر اور باطن میں کوئی تضاد نہیں تھا وہ جو محسوس کرتے تھے اس کا بر مطابق اظہار کرتے تھے وہ اس زمانے اور آج کے دور کے سیاستدانوں سے بھی بالکل مختلف جن کی سوچ اور عمل ظاہر اور باطن میں کھلا تضاد ہوتا ہے۔ قائد اعظم کا ہر عمل اور منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ان کے جمہوری روئیے اور شبہت سوچ کی عکاسی کرتا تھا۔

مارچ 1919ء میں انگریز حکومت نے رویٹ ایکٹ نافذ کیا جس کی رو سے زمانہ امن میں بھی حکومت اور پولیس بلا وارنٹ کی فرد کو گرفتار کر سکتی تھی۔ اور امن عامہ کو نقصان پہنچانے کے الزام میں سخت جسمانی سزا میں دے سکتی تھی۔ جب یہ ایک مظہوری کے لئے قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا تو قائد اعظم محمد علی جناح نے اس کی شدید مخالفت کی اور بحث کے دوران آٹھ زبردست تقریروں کیں اور جب یہ قانون مظہور ہو گیا تو انہوں نے احتاج کرتے ہوئے اسمبلی کی زینت سے اپنا استعفی و اسرائے کو بھجوادیا جبکہ اس کی مخالفت کے دعویدار پیش تھے وہ سمت تمام کا انگریزی ارکان اسمبلی بڑی ڈھنڈتی کے ساتھ اسمبلی میں اپنی نشتوں پر بدستور بر امداد رہے۔

قائد اعظم اسمبلی کے اندر اور باہر میٹنگوں میں اور عام جلسوں میں جذباتیت کا مظاہر ہے نہیں کرتے تھے وہ اپنی مقبولیت کا گراف اونچا کرنے کے لئے پاکھنڈا اور ناٹک نہیں رچایا کرتے تھے۔ وہ جو کچھ محسوس کرتے تھے اسی کا اظہار کرتے تھے۔ ایک بار سوچ سمجھ کر جو فیصلہ کر لیتے تھے اس پر ہمیشہ کے لئے ڈٹ جاتے تھے پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے موقف سے نہیں ہلاکتی تھی۔ انہوں نے دوسرے سیاسی رہنماؤں کی طرح منافقت کو اپنا شعار نہیں بنایا وہ ظاہر اور باطن کے تضاد کا بھی شکار نہیں ہوئے وہ اپنے موقف اور اپنی رائے کو جذبات کا سہارا لئے بغیر دلائل سے ثابت کرتے تھے ان کی تقریروں میں آج کے سیاستدانوں کی طرح کوئی شعر، لطیفہ اور گھیا اور بازاری زبان استعمال نہیں ہوتی تھی۔ ان کی گفتگو میں شاگردنی، متنانت اور دلائل کا سہارا لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ جلسوں میں انگریزی میں خطاب کرتے تھے تو انگریزی نہ جانے والے افراد بھی بغور انہیں سننے اور سرد ہنٹے تھے اگرچہ ان کی بات کو وہ سمجھ نہیں رہے ہوتے تھے لیکن ان کے اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا قائد جو کچھ کہہ رہا ہے ذرست اور صحیح کہہ

رہا ہے۔

اُن کی سوچ مثبت ہوتی تھی اُن کی بات میں ذرا سا بھی مبالغہ نہیں ہوتا تھا۔ انہوں اپنے جذبات اور احاسات پر مکمل کنٹرول تھا وہ سخت بدترین حالات میں بھی غصے میں نہیں آتے تھے اور نہیں خالقانہ سوچ میں وہ منقسم المراج بنتے تھے۔ انہوں نے بھی کسی سے انتقام لینے کی کوشش نہیں کی۔ یہی خصوصیت ایک اچھے سیاستدان اور انسان کی ہونی چاہئے۔

ایک اچھے سیاستدان کی یہ خوبی بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفادات کو قومی مفادات سے برتر نہیں سمجھتا۔ وہ اپنی قوم اور وطن کے فائدے کو ہر چیز پر مقدم سمجھتا ہے اور اُس کی سوچ روایہ اور عمل بھروسی انداز فکر کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ 1937ء میں صوبہ بہار کے شہر پٹنہ میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں کچھ لوگوں نے قائد اعظم کو مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنانے کی تجویز دی کوئی اور سیاستدان ہوتا تو وہ بہت خوش ہوتا لیکن تجویز منظور نہ ہو سکی کیونکہ قائد اعظم نے خود اس کی مخالفت کی اور کہا میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ میں پوری زندگی مسلم لیگ کا صدر رہوں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر سال مسلم لیگ کے صدر کا باقاعدہ چناؤ ہو۔ آپ لوگ میرے کاموں پر غور کریں اور اگر میں نے مفید کام کئے ہوں تو مجے دوبارہ صدر بنائیں لیکن پوری زندگی صدر بنانے کا فیصلہ میرے نزدیک انتہائی غلط ہے۔ اس طرح قائد اعظم نے تاحیات صدر منتخب کی تجویز رکر دی۔ کیونکہ جو لوگ عہدوں سے چھٹے رہنا چاہتے ہیں وہ پر لے درجے کے خوف خرپ ہوتے ہیں۔

قائد اعظم سیاست میں کمائی یا اقتصادی مفادات کے تحفظ کے لئے نہیں آئے تھے۔ ایک بار وہ 1941ء میں مسلم اسٹوڈنٹس فڈریشن ک درخواست پر لا ہور آئے طلبہ نے اُنہیں لا ہور کے برے ہوٹل میں تھہرایا ایں کا بہت مصروف پروگرام بنایا گیا وہ تین دن وہاں تھہرے۔ جب قائد اعظم رخصت ہونے لگے تو طلبہ ہوٹل میں تھہرے کا مل بناۓ کے لئے کہا لیکن ہوٹل کے ممبر نے بتایا کہ ہوٹل میں تھہرے کا مل تو قائد اعظم نے خود ادا کر دیا ہے۔ طلبہ نے کہا کہ وہ تو ہمارے مہمان تھے ہماری دعوت پر یہاں آئے اور ہم نے ہمیں اس ہوٹل میں تھہرایا تھا۔ میجر نے کہا کہ یہ بات میں نہیں جانتا حقیقت یہ ہے کہ قائد نے تمام بل خود ادا کر دیا ہے۔ طلبہ قائد اعظم سے ملے اور کہا کہ آپ ہماری دعوت پر لا ہور میں آئے مل ادا کرنے کی ذمہ داری ہماری تھی آپ نے یہ بل کیوں ادا کیا؟ ہماری درخواست ہے کہ وہ رقم ہم سے لے لیجئے۔ قائد اعظم نے یہ بات نہ مان اور کہا میں اُن لیڈروں میں نہیں ہوں جو اپنے پاس سے کچھ خرچ نہیں کرتے اور اپنے اخراجات کا سارا بوجہ و سروں پر ڈال دیتے ہیں۔

اسی طرح قائد اعظم نے ایک عظیٰ شخصیت ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کبھی دوسروں سے برتر نہیں سمجھا ایک بار ان کے استقبال کے لئے آئے ہوئے ایک عقیدت مند طالب علم نے اُن سے ہاتھ چومنے کی کوشش کی تو انہوں نے اپنا ہاتھ فوراً پیچے ٹھیک لیا اور کہا میں کوئی مقدس اور برتر شخصیت نہیں ہوں اور اسی طرح ایک اور موقع پر اُن کے ملاقاتی نے از را عقیدت جھک کر اُن کے ہاتھ چومنے کی کوشش کی تو انہوں نے اُسے منع کرتے ہوئے کہا اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے مت جھکتے۔

اسی طرح وہ اپنی مقبولیت سے قائدہ اٹھا کر ذاتی مفادات اور معماشی فائدے کے حصول کے بہت بڑے مخالف تھے ایک بار وہ کپڑے کی ایک دکان پر خریداری کے لئے گئے اور جب سامان دکاندار نے عقیدت اُن سے کپڑے اور دیگر اشیاء کی قیمت لینے سے انکار کر دیا تو انہوں نے تمام سامان واپس رکھ دیا کہ وہ بل بنائے دکاندار نے مجبوراً بل بنایا قائد نے اُسے دیکھ کر کہا کہ آپ سے جان بوجہ کر اشیاء کی قیمت کم

لگائی ہے کا ندارنے کبائے ممکن ہے تو اس بخیریاں وذیتیہ ہیں قائمے سے سامان لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مناسب قیمت لگائیں جو وہ سب سے یتھے ہیں۔ تب کاغذ نے مجبوراً مناسب قیمت لگائی تو انہوں نے اداگی کی وہ بہت خودار تھے کبھی مفت کی چیزوں نہیں لیتے تھے اسی طرح تھے یہ بھی انہیں پسند نہیں تھا۔ سیاستدان عہدے سے اور منصب کے پیچھے بھاگتے ہیں لیکن قائدِ اعظم نے پیشکش کے باوجود کبھی عہدوں کی خواہ نہیں تھی۔ حکومت برطانیہ نے ہائیکورٹ کی بھی قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی انکار پر انہیں واسرائے کی ایکزیکٹوکول میں لا نہبر پہنانے کی پیشکش کی جسے انہوں نے ٹھکر دیا۔ ایک اور موقع پر واسرائے لارڈ زیلیگ نے اشارۃ ان سے پوچھا کہ کیا خطابات پانے والوں کی فہرست میں ان کا کام شامل کر دیا جائے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سرحد علی جتنا کھلانے کی بجائے صرف مسٹر جناح کھلانے کو ترجیح دوں گا۔ ایک بار قائدِ اعظم لندن میں وزیرِ اعظم میڈل ایلڈ سے ملاقات کے لئے گئے دوران گفتگو اس نے قائدِ اعظم کو کتنی عہدوں اور مرتباوں کی پیشکش کی تو قائدِ اعظم فوراً اٹھ کر باہر جانے لگے اور وزیرِ اعظم نے ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا آپ نے مجھے بکاو مال سمجھ لیا ہے وزیرِ اعظم بے حد شرم مدد ہوا۔

مختصر ایکجا جاسکتا ہے کہ قائدِ اعظم کا ندائی فکر اور عمل ذاتی مفادِ منافقت اور عملی سے پاک تھا انہیں اپنے جذبات اور رو عمل پر بڑا کنٹرول تھا کوئی لائچ اور مفاد کا حصول بھی ان کا مطبع نظر نہیں رہا انہوں نے اصولی سیاست کو بدترین حالات میں بھی اختیار کئے رکھا۔ مفادِ منافقت، دکھاوے اور پیسے کے ذریعے کی حمایت کے حصول کو اپنی سیاست کا حصہ نہیں بنایا۔ عمومی مفادات کا تحفظ اور بے لوث خدمت ان کے بے مثال کردار کا ایک حصہ تھی اور یہ دھنوصیات ہیں جن کی آج کے جہوری دور میں سیاسی ورکروں رہنماؤں اور لوگوں کو ضرورت ہے انہیں اختیار کر کے ہم اپنے مقصد کو پانے اور منزل کے حصول میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور صحیح معنوں میں قائدِ اعظم کے پیداوار ہونے کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔

محترم قارئین کرام ۔۔۔۔۔ اسلام علیکم

وہ قارئین کرم جو ہر ورنی ممالک میں مقیم ہیں انہیں مطلع کیا جا رہا ہے کہ حکومت پاکستان نے مئی 2020ء سے پرورش ملک جانے والی ڈاک لکٹ میں اضافہ کر دیا ہے اور جو اشاعت [Publications] کو حکومت کی طرف سے رعایت فراہم کی گئیں ہیں وہ عمران خان کی حکومت نے ختم کر دی ہیں۔ جو سالہ پہلے بريطانیہ [UK] 55 روپے کے ڈاک لکٹ کے ذریعے جاتا تھا۔ اب اسے بڑھا کر 300 روپے کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح امریکہ [USA] اور گیرگر ممالک کے رسائل جو 70 روپے کے ڈاک لکٹ کے ذریعے روآنہ کئے جاتے تھے، اب ان کا لکٹ بڑھا کر 400 روپے کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے ادارہ صوتِ الحق کا کوئی کاروباری شبکے نہیں سے جہاں سے اسے کچھ آمدی حاصل ہوتی ہو۔ یہ صرف زرشرکت [subscription] اور چارپائی ختنی و شفیق بزرگ ہستیوں کی مسلسل عنایت کے سہارے چل رہا ہے۔ کیونکہ اس کے اخراجات سے حاصل ہونے والی زرشرکت سے کہیں زیادہ ہیں۔ بہرول ملک مقیم وہ قارئین جن کو پار باریا دہانی کے باوجود انہوں نے زرشرکت انہیں کیا ہے ان کا رسالہ وقتی طور پر زرشرکت کی ادواگی نک رک دیا گیا ہے اور واٹ اپ کے ذریعے تمام قارئین کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ امید ہے تمام قارئین کرام انہادی فریضہ سمجھتے ہوئے تعاون فرمائیں گے۔ والسلام۔۔۔۔۔ مدیر

تحریک پاکستان کے گولڈ میڈل

اعزاز یافتگان و تعارف خدمات

تحریک حصول پاکستان کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے صوبہ پنجاب میں ۱۹۸۴ء میں گولڈ میڈل ایوارڈ کا اجراء کیا گیا اور اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے اور اس قرض کو چکانے کے لئے حکومت پنجاب نے مکمل اطلاعات و ثقافت میں [شعبہ تحریک پاکستان] قائم کیا۔ اس کے علاوہ حکومت پنجاب نے تحریک پاکستان سے وابستہ اصحاب پر ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے کارکنان تحریک پاکستان کی ان بے بدلت خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں یا ان کے ورثاء کو گولڈ میڈل پیش کرنے کا آغاز کیا، یہ کمیٹی ایک باقاعدہ ادارے کی حیثیت اختیار کر گئی ہے جو ہر سال انتہائی وقت نظر سے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان کے نامور کارکنوں کو سونے کے تمنغہ دینے کا فیصلہ کرتی ہے اور حکومت پنجاب ان کی سفارش پر تمنغہ پیش کرتی ہے۔ اس کمیٹی کی سفارش پر حکومت پنجاب نے یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ تحریک پاکستان کی وہ قابل تعظیم شخصیات جن کا اعلان صوبہ خیر پختون خواہ، صوبہ سندھ، اور صوبہ بلوچستان سے ہے یادہ وہاں پر قیام پذیر ہیں، انہیں بھی ان کے کارہائے نمایاں کے اعتراف میں گولڈ میڈل پیش کیا جائے کیونکہ دوسرا سے صوبوں میں ایوارڈ دینے کا سلسلہ ترک کر دیا گیا ہے، تحریک پاکستان سے تعلق رکھنے والی جن قابل تعظیم شخصیات کو گولڈ میڈل سے نوازا گیا ہے ان کے تعارف کو "صوت الحق" کے قارئین تک بطور خراج تحسین پہنچانے کا سلسلہ کے تحت اس شمارے میں ان تمنغہ یافتگان کا تعارف خدمات پیش خدمت ہے۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چون میں جب بہار آئے

میر انور سعد --- امر تسر

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور سے قبل ہی مسلم لیگ میں سرگرمی سے حصہ لینے لگے تھے۔ امر تسر مسلم لیگ کے جزو سیکریٹری کے طور پر طویل مدت تک فرائض انجام دیتے رہے۔ صوبائی مسلم لیگ کونسل کے کارکن رہے۔ ضلع امر تسر میں تحریک پاکستان کے بانیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل خود ریز فسادات کے دوران انہوں نے کئی بار اپنی جان خطرے میں ڈال کر مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں مسلم لیگ کی تنظیمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

اقبال احمد خان۔۔۔ مسلم لیگ ہاؤس اسلام آباد

گورا سپور شہر میں مسلم سوڈنٹس فیڈریشن کے فعال عہدیدار تھے۔ جب لاہور میں انہوں نے کالج میں داخلہ لیا تو انتخابات کی آمد آمد تھی۔ انہوں نے فیروز پور میں نواب افتخار حسین خان مددوٹ اور اس کے بعد مظفر علی تزلیباش کے خلاف مسلم لیگ امیدوار سردار شید احمد کی حمایت میں بھر پور کام کیا۔ اسی طرح انہوں نے 1947ء میں پیر صاحب زکوڑی شریف کی سرگردگی میں صوبہ سرحد کے استھواب میں حصہ لیا۔ خضر و زارت کے خلاف انتہائی موثر چلائی جانے والی تحریک میں نمایا کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی بجائی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ نظریہ پاکستان کی علمبردار اور پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ سے ان کی والہانہ وابستگی برقرار ہے۔ علاوہ ازین پاکستان مسلم لیگ کے جزوی سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیتے۔

محمد علی خان ہوتی۔۔۔ مردان

زمانہ طالب علمی سے مسلم لیگ سے وابستگی اختیار کی۔ صوبہ سرحد میں جن لوگوں نے تحریک پاکستان کے لئے بے پایاں خلوص اور عزم کے ساتھ کام کیا، محمد علی خان ہوتی ان میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی جانب سے چلائی جانے والی تحریک میں بڑی مستعدی سے کام کیا۔ جب صوبہ سرحد میں استھواب کا مرحلہ آگیا تو انہوں نے قریب قریب جا کر پڑھان عوام کو نظریہ پاکستان کا ہمنواہنا یا۔ قیام پاکستان کے بعد وہ کئی منصب وزارت پر فائز رہے۔

مفتی محمد ادریس۔۔۔ ماسٹر ہرہ

مفتی محمد ادریس پاکستان کے صفائی اول کے اون کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں، جنہوں نے تن من وھن کی بازی لگا کر تحریک حصوں پاکستان کے مرامل طے کئے۔ ابتداء سے ہی مسلم لیگ میں رہے، اور مسلم لیگ سے کبھی لمحہ بھر علیحدگی اختیار نہ کی، صوبہ سرحد کی صوبائی مسلم لیگ نوسل کے ممبر رہے، اور صوبائی مسلم لیگ کمیٹی کے بھی ممبر رہے۔

مفتی محمد ادریس مسلم لیگ اور حضرت قائدِ اعظم سے قلبی وابستگی رکھتے تھے، اور مسلم لیگ خصوصی طور پر ان کی جزا ایمان تھی، برے سے بڑا لمحہ یا عہدے کی پیشکش ان کے پائے استقلال کو متذمّنہ کر سکتی۔

اندازہ تو لگائیں کہ قدرت نے آپ کو کس قدر نعمتیں عطا کی ہیں، پھر بھی آپ جو ہیں، اُس کا شکر ادا نہیں کرتے، اور جو نہیں ہے اس کے لئے رو تے بلبلاتے اور غم کرتے رہتے ہیں تو آپ سے زیادہ نادان، جاہل اور ناشکر انسان اور کون ہو سکتا ہے۔

سورة الشَّيْن [٩٥] اور سورة الْعَلْق [٩٦]

جدید ترین علمی و عقلی تراجم

سورۃ العلق بھی قرآن کی ان سورتوں میں سے ایک ہے جن کے تراجم ہمارے روایتی اور جدید دونوں قسم کے متوجیں نے سراسر بہم انداز میں پیش کیے ہیں۔ تمام دستیاب متوں پر یکے بعد دیگرے نظر دوڑاتے جائیں اور نہایت محنت سے ذہن کی صلاحیتیں آزمائیں، آپ پھر بھی الہامی متن کی اصل غرض و غایت کا دراک نہ کر سکیں گے۔ مبارکباد کے مستحق ہیں وہ ”فضل“ علامجو اپنے تراجم کی تحریک تو کرتے رہے لیکن یہ دیکھنے کی زحمت بھی گوارانہ کی کہ اظہار کا انداز شفاف اور تسلسل کا حامل ہے یا نہیں۔ قارئین کو آج تک یہی علم نہ ہوسکا کہ اظہار یہ کیا معنی رکھتا ہے، یا کس سے مخاطب ہے، اور کب خطاب ایک پارٹی سے دوسری پارٹی کی جانب موڑ دیا گیا ہے، یا کس تناظر اور سیاق سابق میں قرآن یہاں اپنے احکامات جاری کر رہا ہے۔ آپ اس بہم صورت حال کی ایک مثال ذیل میں دیئے گئے روایتی تراجم کے ایک نمونے میں ملاحظہ کر لیں گے۔

یہی صورت حال سورۃ الشَّيْن کے ساتھ بھی سامنے آتی ہے۔ تمام دستیاب تراجم تسلسل اور صاف سترے انداز اظہار سے محروم ہیں۔ فقرے آپس میں مربوط نہیں ہیں جس کے باعث وہ اپنا ضروری سیاق، ربط اور واضح ہدف ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ سب کمزوریاں آپ بآسانی دیکھ سکیں گے جب آپ ذیل میں دیئے گئے روایتی ترجمے کا موازنہ جدید ترین علمی و شعوری ترجمے کے ساتھ کریں گے۔ سورۃ الشَّيْن کو نہایت علمی انداز میں پہلے بھی موضوعاتی تراجم کے سلسلے میں قلمبر ۱۱ کے تحت ترجمہ کر دیا گیا تھا۔ اسے دوبارہ ایک زیادہ قابل فہم انداز میں اب قرآن کی سورتوں کے تراجم کے سلسلے میں پیش کیا جا رہا ہے جس کا آخری چھوٹی سورتوں سے آغاز کیا گیا ہے۔

سورۃ الشَّيْن: ۹۵

وَالشَّيْنِ وَالرَّزِيْنُونِ ﴿١﴾ وَطُورِسِينِينِ ﴿٢﴾ وَهَذَا الْبَلْدُ الْأَمِينِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَخْسَنِ
تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينِ ﴿٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَخْرَى غَيْرِ
مَمْنُونِ ﴿٦﴾ فَمَا يَكْذِبُكَ بَعْدِ الْدِيْنِ ﴿٧﴾ أَلِئْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾

روایتی ترجمہ

”قسم ہے انجیر اور زمپون کی اور طور سینا کی اور اس پر امن شہر (مکہ) کی۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے بچ کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لیے کبھی ختم نہ

ہونے والا اجر ہے۔ پس (اے نبی) اس کے بعد کون جزا و سزا کے معاملہ میں تم کو جھلا سکتا ہے؟ پس (اے نبی) اس کے بعد کون جزا و سزا کے معاملہ میں تم کو جھلا سکتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟” [مودودی]

جدید ترین علمی و شعوری ترجمہ

”تم ہے انہیں اور زیتون جیسی خاص نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے کی [وَطُورِ سَيِّنِينَ] جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور تم ہے اس مامون و محفوظ کیے گئے خطہ زمین کی [الْبَلْدُ الْأَمِينُ] جواب تمہیں حاصل ہو چکا ہے، کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔ لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے [أَشْفَلَ سَافِلِينَ] میں پہنچا دیا تھا [رَدْدُ نَاهٍ]۔ سوائے تمہاری اس جماعت کے جس نے یقین دایمان کی دولت پا لی اور معاشرے کی اصلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے تھے ان سب کے لیے ایسا عام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خود کا انداز میں مل جائے گا [غَيْرُ مَمْثُونٍ]۔ اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ نظام زندگی [الَّذِينَ] کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلا یا جاسکے گا؟ تو کیا بی ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟“

بریکٹوں میں دیئے گئے مشکل الفاظ کا مستند ترجمہ:

[وَطُورِ سَيِّنِينَ]: طور: گرد گھومنا، قریب جانا، وقت یا ایک خاص وقت؛ متعدد مرتبہ؛ تعداد / پیمانہ / حد / پہلو / شکل و صورت / حلیہ / اطوار طریقہ / تہذیب و آداب / قسم / طبقہ / مرحلہ / درجہ؛ سینا پہاڑ،

زیتون کا پہاڑ؛ بہت سے دوسرے پہاڑ، وہ پہاڑ جہاں درخت پیدا ہوتے ہوں؛ خود کو انسانوں سے علیحدہ کر لینا، اجنبی، آخری حد، دو انتہاوں کا سامنا۔

سینین: س ان و سنا: شان و شوکت، حمتیں اور انعامات، ناموری۔ بعض اسے سیناء سے ملاتے ہیں جو صحرائے سینائی میں ایک پہاڑ ہے۔ مگر جس کی کوئی تھوڑی سانی بنا دی ہے۔

[الْبَلْدُ الْأَمِينُ]: الْبَلْد: زمین کا ایک خطہ، حد و مقرر کردہ قطعہ اراضی، آبادی کا علاقہ۔ الْبَلْد الْأَمِين = وہ خطہ زمین جسے مامون و محفوظ کر لیا گیا ہو۔

سورۃ العلق [96]

اقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلْقٍ ﴿٢﴾ اقْرَا وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿٣﴾ الَّذِي عَلَمَ
بِالْقُلْمَ ﴿٤﴾ عَلِمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى ﴿٦﴾ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى ﴿٧﴾ إِنَّ إِلَى
رَبِّكَ الرُّجْعَى ﴿٨﴾ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَا ﴿٩﴾ عَنِ الدِّرَّا صَلَى ﴿١٠﴾ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى النَّهْدَى

﴿۱۱﴾ أَوْ أَمْرٌ بِالنَّقْوَى ﴿۱۲﴾ أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَبَ وَنَوَّلَى ﴿۱۳﴾ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ﴿۱۴﴾ كَلَائِنَ لَمْ يَنْتَهِ لَنْسَفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٌ كَلَذِبَةٌ حَاطِثَةٌ ﴿۱۶﴾ فَلَيْدُغُ نَادِيَةٌ ﴿۱۷﴾ سَنْدُغُ الرَّبَانِيَةِ ﴿۱۸﴾ كَلَادَ لَا تُطِعْنَهُ وَاسْجُدْ وَاقْرَبْ ﴿۱۹﴾

روايتها ترجمہ:

"پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جسے ہوئے خون کے ایک لوٹھرے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ ہرگز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ اپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔ پلٹتا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔ تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہ راست پر ہو یا پر ہیز گاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یعنی منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ مورڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطا کار ہے۔ وہ بلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو۔ ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں، اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔"

جدید ترین علمی اور شعوری ترجمہ:

"مطالعہ کرو اور آگہی حاصل کرو [اقْرُأْ] اپنے رب کی امتیازی صفت کی [يَاشِمْ رَبَّكَ] کہ جس نے تخلیق کا عظیم کارنیما یا سرانجام دیا؛ جس نے انسان کو محبت اور وابستگی کے [مِنْ عَلَقِي] ساتھ تخلیق کیا۔ مطالعہ کرو اور آگہی حاصل کرو اس حقیقت کی کہ تمہارا رب کس قدر زیادہ عنایات کرنے والا اور عظیم ہے، کیونکہ وہی ہے جس نے علم و آگاہی تحریر کے ذریعے عطا کی، اور اس طرح انسان کو وہ کچھ سیکھنے کے قابل بنایا جو وہ بصورت دیگر نہیں جان سکتا تھا۔۔۔۔۔ ایسا ہرگز نہیں ہے [كَلَادَ] کہ انسان لازمی طور پر سرکشی پر اترائے [لَيَطْعَنِي] جب وہ یہ دیکھے کہ وہ تو خود کفیل و خود مختار ہے [أَنْ رَآهُ اشْتَغَنَى]۔۔۔۔۔ وہ حقیقت خوب جانتا ہے کہ سب کو بالآخر تمہارے رب ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ لیکن کیا تم نے ایسے انسان نہیں دیکھے جو ان لوگوں کا راستہ روکتے ہیں جو ضابطہ الہی کی پیروی کر رہے ہوں [عَبْدًا إِلَّا اصْلَى]؟ ایسے لوگوں سے پوچھو کو کیا تم نے تصدیق کر لی ہے [أَرَأَيْتَ] کہ آیا وہ حق پر تھے اور تقویٰ کے راستے کی تلقین کرنے تھے، اور کیا انہوں نے یہ بھی چیک کر لیا تھا کہ آیا وہ جھوٹ کا پرچار کرتے تھے اور سچائی سے رخ موز لیتے تھے؟ کیا انہیں احساب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو خود سب کچھ دیکھ رہا ہے؟ اس قسم کی روش کی اجازت نہیں دی جاسکتی [كَلَادَ]۔ اس لیے اگر وہ باز نہ آئے تو ہم خود ان کی بالادستی کے خلاف پیش قدمی کریں گے [النَّسْفَعَ]، اس بالادستی / حاکیت [نَاصِيَةٌ] کے خلاف جو جھوٹ اور خطا کاری پر منی ہے [كَلَذِبَةٌ حَاطِثَةٌ]۔ پھر وہ بلا لیں اپنی جمیعت کو بخی [نَادِيَةٌ]؛ ہم بھی خاص قسم کے جلادوں [الرَّبَانِيَةِ] کو بلا لیں گے۔ اسی حرکات کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی [كَلَادَ]۔ تم اس قماش کے لوگوں کی کوئی بات من مانو [لَا تُطِعْنَهُ] بلکہ اپنے رب کی مکمل فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے اس کی قربت کا سامان کرو۔"

Thematic Quranic Translation Series

Chapters Al-Teen (95) & Al-'Alaq (96)

Most Rational & Strictly Academic Re-translations

PREAMBLE

Al-'Alaq is one of those chapters of Quran whose translations are done in a totally garbled format by our learned traditionist as well as modern translators. Just go on glancing through available scripts one after the other and keep brainstorming meticulously; you will hardly be able to grasp the quintessential of the divine text. Tributes are to be paid to those "learned" scholars for they continued compiling their translations without ever paying attention to the clarity and consistency of expression. The reader has never known to this day as to what the narrative meant or whom it was addressed to, when the address was moved from one to the other party, and in which perspective and context Quran was issuing its injunctions! You will readily find a very representative example of the aforementioned confusion in the specimen of traditional translation added to this article hereunder.

Same is the case with Chapter At-Teen. The entire lot of available translations lacks consistency and clarity of expression. Sentences are not connected with each other thereby losing the necessary context, coherence and precise orientation. You can easily find these flaws when comparing the traditionist translation with the latest academic and rational translations attempted below. Chapter At-Teen was most academically translated earlier too by this institution in the course of Thematic Translation Series, under Installment No. 11. It is reproduced again herewith in a more comprehensive style in keeping with the ongoing sequence of Chapter-wise translations of Quran in descending order.

Chapter At-Teen [95]

وَالثَّيْنِ وَالرَّزَّيْشُونِ ﴿١﴾ وَطُورُ سِينِينِ ﴿٢﴾ وَهَذَا الْبَلْدِ الْأَمِينِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا إِلَيْنَاهُ فِي أَحْسَنِ
تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينِ ﴿٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ
مَمْنُونٍ ﴿٦﴾ فَمَا يَكْدُ بَكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ﴿٧﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾

Traditionist Translation:

"CONSIDER the fig and the olive, and Mount Sinai, and this land secure! Verily, We create man in the best conformation; and thereafter We reduce him to the lowest of low excepting only such as attain to faith and do good works: and theirs shall be a reward unending! What, then, [O man,] could henceforth cause thee to give the lie to this moral law? Is not God the most just of judges?" (Asad)

The latest Academic & Rational Translation:

"We swear by the divine gifts like the fig and the olive (wat-teeniwaz-zayitooni -- وَطُور سِينِينَ وَالرَّيْشُونَ), and by fame and glory (watoorisineena - تَقْوِيمٍ)، and by this land of peace under your command, that We had created man in the best of proportion, balance and conformation (taqweem - تَقْوِيمٍ); But what you have faced to reach your present stage was due to the fact that violation of our laws had downgraded him to the lowest levels of conduct. Only those were the exceptions that had attained to faith and followed reformatory and constructive ways of conduct. Hence they will be rewarded unconditionally (or, without obligation) (غَيْرُ مَمْنُونٍ). So none can henceforth blame thee of falsity after having established the divinely code of conduct successfully? Isn't it made clear now that God is the super Ruler over all other rulers?"

Tay-Waw-Ra : = went or hovered round about it, approach, time or one time, repeated times, quantity/measure/extent/limit, aspect/form/disposition, way of action, manner, kind/class, stage/state, Mount Sinai, Mount of Olives, applied to several other mountains, mountain which produces trees, mountain, wild or to estrange oneself from mankind, stranger, utmost point, encounter two extremes.

Siin-Nun-Waw سِينِينَ : = to blaze (fire, lightning), flash. sana - brightness, splendour, gleaming, light. sanatun - year, sinin - years.

Chapter Al-'Alaq (96)

أَقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (۱) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلْقٍ (۲) اُقْرَا وَرَبِّكَ الْأَكْرَمَ (۳) الَّذِي عَلِمَ
بِالْقَلْمَنْ (۴) عَلِمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (۵) كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى (۶) أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى (۷)
رَبِّكَ الرُّجْعَى (۸) أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى (۹) عَنِ الدِّرَاسَلَى (۱۰) أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى

۱۱) أَوْ أَمْرٌ بِالْتَّقْوَىٰ (۱۲) أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (۱۳) أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ (۱۴) كَلَّا لَّئِنْ لَّمْ
يَنْتَهِ لَنْسُفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (۱۵) نَاصِيَةٌ كَذِبَةٌ خَاطِئَةٌ (۱۶) فَلَيَدْعُ نَادِيَهُ (۱۷) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَّةَ (۱۸) كَلَّا
لَا تُطْعِهُ وَاسْجُدْ وَاقْرَبْ (۱۹)

Transliteration: "Iqra'bismiRabbikaallazeekhalaqa(1).Khalaq-al-Insaana
min 'alaq(2).Iqra' wa Rabbi-ka al-Akram (3).allazee'allamabil-Qalam
(4).Allama-al-Insaanamaalumya'lum (5).Kalla, inna-al-Insaana la-yutghaa
(6); an ra'a-huistaghnaa(7).Inna ilaa Rabbi-ka al-ruj'aa
(8).A'rayitaallazeeyanhaa (9) 'abdunizaaSallaa (10).A'rayita in kaana
'ala-al-hudaa(11), aouamarabil-taqwaa (12). A'rayita in kazzabawatawalla
(13). A'lumya'lam bi-annaAllahayaraa (14).Kalla; la'inlumyantahi
la-nasfa'anbil-naasiyah (15).Naasiyatinkaazibatinkhaati'ah
(16).Fal-nad'aunaadiyah (17).Sa-nad'auaz-zabaaniyah (18).Kallalaatuti'hu,
waasjudwaaqtarib (19)."

Traditionist Translation: "READ in the name of thy Sustainer, who has created man out of a germ-cell. Read - for thy Sustainer is the Most Bountiful One, who has taught [man] the use of the pen -taught man what he did not know!Nay, verily, man becomes grossly overweening whenever he believes himself to be self-sufficient:for, behold, unto thy Sustainer all must return.HAST THOU ever considered him who tries to prevent a servant [of God] from praying?Hast thou considered whether he is on the right way,or is concerned with God-consciousness?Hast thou considered whether he may [not] be giving the lie to the truth and turning his back [upon it]?Does he, then, not know that God sees [all]?Nay, if he desist not, We shall most surely drag him down upon his forehead - the lying, rebellious forehead! –and then let him summon [to his aid] the counsels of his own [spurious] wisdom,[the while] We shall summon the forces of heavenly chastisement!Nay, pay thou no heed to him, but prostrate thyself [before God] and draw close [unto Him]!"(Asad)

The latest Academic & Rational Translation:

"Study and acknowledge (Iqra – اقراء) the distinctive attribute (Ism – اسم) of your Nourisher who has carried out the great venture of creation; who created Man with love and attachment/atraction (min 'Alaq – من علق). Study and get awareness of the fact as to how highly noble and generous(al-akram – الراكم) is your Nourisher because it is HIM Who bestowed knowledge and awareness through the medium of writing ('allamabil-Qalam – علم بالقلم); and thus, enabled

man to learn what he otherwise could not have known. It is not so that man has necessarily to become grossly overweening just because he finds himself self-sufficient. He knows the reality that all must return to your Sustainer. But have you not seen that kind of people too who try to prevent those who are following the Divine Discipline closely? Ask them as to whether they have confirmed if they were on the right way, or were redirecting men towards God consciousness? And had they also checked whether or not they were telling lies and turning their backs upon the truth? Do they not know that God is already monitoring everything? This kind of conduct may not continue (kallaa – کلہ), because if they did not desist, we would launch offensive (la-nasfa'an – لنسفا'ن) against that mastery (naasiah – ناصیہ) of theirs which is based on lies and errors. And then let them summon their manpower (naadia-hu – نادیہ) ; we would also summon our executioners (az-zabaniah – از-زبانیہ). Such conduct cannot be allowed (kallaa – کلہ). So don't listen to this kind of people; rather concentrate upon carrying out your Nourisher's manifesto and thus arrange to draw closer to Him."

Important Vocabulary:

Q R A: Iqra' – قراء: = Qaf-Ra-Alif = to recite/read, compilation, collection, reading, recitation, explanation, study, investigation.

Ayn-Lam-Qaf : علن = to adhere to, hang, love, leech, have an attachment, cling, hold fast, pertain, catch, concern, become attached by love, suspend, fasten a thing, cleave, clot of blood, germ-cell, fertilised female ovum.

alqun/ilqun - precious thing. alaqatun - true love, attachment. ilaqtun - love, affection.

mu'allaqatun - a wife whose husband has been lost to her or been left in suspense; neither husbandless nor having a husband; husband does not act equitably with her or release her; left in suspense.

Siin-Fa-Ayn: سفون = to smote/burn/blacken/tinge, to drag, slap/struck/beat, strike with the wings (when fighting), charge upon, assault/attack.

Nun-Saad-Ya/Waw: ناصیہ = forelock, get the mastery over, get hold of.

Nun-Dal-Waw/Ya : نادیہ: ن دی، ن وو: = proclaim, call, summon, invite, call anyone to convey something, hail, call out, raising the voice, assembly.

Zay-Ba-Nun: از-بانيہ : ز ب ن = pushed/thrust it (a thing) away, remove/withdraw/retire to a distance, simpleton/fool/unintelligent, a tent/house standing apart from others, a side/lateral/adjacent part or tract or quarter, one who pushes/thrusts away, difficult/stubborn war/battle, certain angels (the tormenters of the damned in Hell).